TQ Lesson 41 Surah Al-Imran 45-63 Tafseer

آیت نمبر45

إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِين

ترجمہ: جب فرشتوں نے کہا،اے مریمؑ! اللہ تجھے اپنے ایک فرمان کی خوشخبری دیتا ہے اُسکا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا، دنیا اور آخرت میں معزز ہوگا، اللہ کے مقرب بندوں میں شمار کیا جائے گا۔

اور جب فرشتوں نے کہا! اے مریم علیھا السلام اللہ تجھے اپنے ایک فرمان کی خوشخبری دیتا ہے ۔اس کا نام مسیح عیسی ابن مریم علیھا السلام ہوگا ۔دنیا اور آخرت میں معزز ہوگا ۔ اس سورة کا اصل عمود اس آیت سے شروع ہوتا ہے۔اس کا تعلق نصاری سے ہے۔ آل عمران کا جو شجرہ تھا ۔اس کے بارے میں حضرت مریم علیھا السلام کی ولادت کے بارے میں اور ان کی ماں کی نذر کے بارے میں پھر اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام کی بیٹے کے لیے دعا کرنا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کے واقعات یہ سب آپ نے پڑھے۔ یہ سارے واقعات دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کی تمہید تھی۔ اس کا آغاز تھا اب جس طرح فرشتے نے حضرت زکریاعلیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری دی تھی ۔بالکل اسی طرح فرشتے نے حضرت مریم علیھا السلام کو بھی تو خوشخبری دی ہے۔ جب فرشتوں نے کہا! کہ اے مریم علیھا السلام تجھے اپنے ایک فرمان کی خوشخبری دیتا ہے **بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ** یہاں پر کلمہ سے مراد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اللہ کے حکم سے ایک بیٹا ہوگا ۔یہ بات حضرت مریم علیھا السلام کو اس وقت بتائی جاری تھی۔ جبکہ وہ کنواری تھیں۔ اورکنوارے پن میں شرم و حیاء کا ہونا اور کنواری لڑکیاں شرم و حیاء کا پیکر ہوا ہی کرتی ہیں۔ وہ شرم و حیاء کا پیکر بھی تھیں۔ حضرت عیسیٰ علیھا السلام پیدا ہونگے ۔اور دوسری بات یہاں پر یہ بھی پتا چلتی ہے ۔کہ حضرت مریم علیھا السلام کو کسی نے چھوا تو نہیں تھا ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے نتیجے ہی میں ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزہ ہے ۔ اللہ کا بہت بڑا کرشمہ ہے۔ مسیح کے لیے ویسے تو اسم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لقب ہے۔ لقب کے لیے قاعدہ یہ ہے۔ کہ نام سے پہلےاس کو لاتے ہیں ۔اور بنی اسرائیل میں یہ روآیت ہے۔ کہ جو نبی ہونے والا ہوتاہے۔ اس کے سر پر اس کا پیشرو نبی ایک مقدس تیل مل کر اس کو جانشین بناتا تھا۔ جب نبوت کے ساتھ ان کے ہاں بادشاہی کا سلسلہ شروع ہوا۔ تو مسح کرنے کی یہی روایت بادشاہوں کے ہاں بھی اختیار کر لی گئی ۔کہ وقت کا جو نبی ہوتا وہ ہونے والے بادشاہ کے سر پرمقدس تیل ملتاتھا۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ۔کہ یہ مستقبل کا بادشاہ بھی ہے۔ اور اللہ کا برگزیدہ بھی۔ طالوت اور حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی شموئل نبی نے اسی طرح مامور کیا تھا ۔اور حضرت مسیح کے بارے میں بھی انجیل سے یہ بات ثابت ہے ۔کہ حضرت یحيي علیہ السلام نے ان کو بپتسمہ دیا۔لیکن تیل ملنے کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ اس کی وجہ یہ ہے ، کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں پر کہہ دیا کہ وہ پیدائشی ہی مسیح ہیں۔ اور **بخاری** میں ان کا جو حُلیہ بیان ہوا ہے۔ اس سے بھی یہ پتا جلتا ہے کہ ان کے سر کا حال یہ تھا ۔کہ گویا اس سے تیل ٹپک رہا ہے۔ ممکن ہے ان کی اس خصوصیت کی وجہ سے ان کو مسیح کا لقب عطا کر دیا گیا ہو ۔یعنی انجیل میں بھی خدا کا مسیح کے الفاظ استعمال ہوئے ۔ اور دجال کے بارے میں بھی تو آپ نے سنا ہے۔ دجال کو بھی مسیح دجال کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بھی چلے پھرے گا ، جگہ جگہ پہنچے گا ۔دوسری کہتے ہیں کہ وہ بھی ہاتھ لگائے گا تو چیز کچھ سے کچھ ہو جائے گی ۔ اس لئے بھی اس کو دجال کہا جاتا ہے۔ پھر حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کی اگلی صفت یہ تھی کہ وہ دنیا میں بڑی ہی وجاہت والے ہوں گے ۔اور کہتے ہیں کہ جب یہودیہ کی بستیوں میں انہوں نے تبلیغ شروع کی تو ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہلچل مچ گئی خلقت ان پر ٹوٹی پڑتی تھی اور جو فقہی تھے اور فریسی تھے -جو بھی اس زمانے کی علماء وغیرہ ان کا یہ حال تھا کہ ان کو زچ کرنے اور عوام میں ان کی مقبولیت کم کرنے کے لئے وہ طرح طرح کی باتیں سوچتے تھے ۔سوالات سوچتے کہ کس طرح ان کو ان کی مقبولیت کو کم کیا جائے۔ لیکن جب اللہ نے ان کو کہہ دیا **وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ** تو اس کو کوئی کم نہیں کر سکتا تھا ۔کہتے ہیں کہ جب وہ آکے ان سے بات کرتے ۔تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو لفظوں میں ان کو ایسا دندان شکن جواب دیتے۔ کہ پھر ان کی زبان ہی نہ کھلتی۔ تھوڑے ہی دنوں میں ان کی وجاہت کا اتنا غلبہ ہوا ، اتنی دھوم مچی ، کہ جو وقت کا بادشاہ تھا۔ وہ بھی پریشان ہو گیا۔ لوگ ان کے گیت گانے لگے ہیں تو میری بادشاہی کو تو کوئی خطرہ نہیں ہوگا ؟ لیکن جب اس کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات پتا چلے ۔تو وہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوت جبروت ، عظمت ، صداقت سے مرعوب ہو گیا ۔بادشاہ بھی اوراس میں ہمیں نام بھی ملتا ہے ۔ہیرودیس اور پیلا توس کا ۔ دوسری بات لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ مسیح پھر کیوں تھے ۔ایک تو اللہ نے ان کو پدایشی طور پر سردار اور وجاہت والا وقار والا پیدا کیا ۔دوسری اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں ۔کہ چونکہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے اور عام طور پر جو بن باپ کے بچہ ہوتا ہے یا بن ماں کے بھی ہو ۔ اس بچے کے اندر تھوڑی شخصیت میں کوئی کمی تو ہوتی ہے۔ یا پھر وہ خاموش طبع ہوتا ہے یا وہ گھلتا ملتا نہیں ہے۔ یا وہ گم صم سا ہوتا ہے۔ چونکہ یہ تھے تو بن باپ کے لیکن اللہ کے کلمے کن سے تھے ۔ اللہ کے کلمے کن کی وجہ سے ان کے اندر یہ معجزانہ اثرات پیدا ہوۓ ۔کہ روز اول سے ہی لوگوں کی نگاہوں میں ان کو وجاہت ملی ۔حالانکہ زندگی بھر وہ دشمنوں میں گھرے رہے۔ ہر پہلو سے ان پر لوگوں نے طعان کرنے کی کوشش کی۔ پر کھلم کھلا نہ کر سکے ۔یہود نے تو یہ جسارت بھی کی۔ کہ آپ علیہ السلام پر الزام لگائیں۔ لیکن آپ کے منہ پر آ کر آپ کو نہیں کہہ سکتے تھے مگر اردگرد باتیں کرتے تھے ۔ اس کے علاوہ ایک اور اہم بات یہ بھی ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو نبی بناتا ہے۔ اور اس کی حفاظت کا ذمہ لے لیتا ہے۔ تو پھر پوری قوم بھی اگر کوشش کر لے ۔تو اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ۔اس کی وجاہت میں کمی نہیں کر سکتی۔ یہ ساری باتیں تھیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت نوازا تھا ۔پھر اسی طرح سے اگلی ان کی خوبی تھی ۔ کہ دنیا اور آخرت میں **من المقربين** اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں شمار کیے جائیں گے ۔اللہ جل جلالہ کا مقرب ہونا قریبی ہونا تو پسندیدہ ہے ۔ اللہ جل جلالہ کے نزدیک جس کے اوصاف پسندیدہ ہوں۔ وہی تو اللہ کا مقرب ہو سکتا ہے ۔کسی کا قریبی ہونے کے لیے انسان کو ویسا بننا پڑتا ہے ۔جیسا کہ وہ پسند کرتا ہے جیسا کہ وہ چاہتا ہے ۔ پھر ہی آپ اس کے قریبی لوگوں میں ہو جاتے ہیں ۔ یہاں پر ان کی ایک خاص صفت بتائی گئی ۔کہ وہ اللہ کے پسندیدہ میں سے تھے۔ صاحبِ معجزہ تو تھے ہی 'لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ کے پسندیدہ بندوں میں سے تھے ۔ایک دفعہ ایک عورت کہہ رہی تھی۔ کہ اپنے شوہر کا دل کیسے جیتے ۔ شوہر کے دل تک پہنچنے کا راستہ منہ کے ذریعے جاتا ہے۔ معدے تک پہنچنا بہترین کھانے پکانا۔ تو صرف یہی بات نہیں ہے۔ حقیقت اس سے ہٹ کر ہے۔ ایسے کہنے والے تو یہ مختلف باتیں کہہ دیتے ہیں۔ ہر لحاظ سے آپ کو بہترین ہونا چاہیے۔ عادات بھی اور شخصیت بھی اوصاف بھی مزاج کردار اخلاق بھی یعنی جو بھی جملہ اوصاف ہیں ۔اس کو ادا کرنے کی کوشش کرنا۔اصل بات یہ ہے ۔کہ بحثیت مجموعی پوری دنیا میں بھی اگر آپ چاہتی ہیں کہ مقربین میں ہوں کسی کے بہت قریبی میں سے ہوں دوست ہیں ہمسائے ہیں بزرگ ہیں بڑے ہیں۔ تو اس کے لیے ضروری ہے ۔کہ ہمارا کردار اچھا اور مثالی ہو ۔

ایسے رہا کرو کہ زمانہ مثال دے

ایسے جیا کرو کہ کریں لوگ آرزو۔ ..
یہ بڑی خاص بات ہے ان کی کہ وہ اللہ کے مقرب ترین لوگوں میں سے تھے ۔پھر ان کی آگے معجزانہ صفات بتائی گئی ہیں۔

آیت نمبر 46

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ

ترجمہ: لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی، اور وہ ایک مرد صالح ہوگا

لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا ۔اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی ۔اور وہ ایک مرد صالح ہوگا حضرت مریم علیہا السلام کی پاک دامنی کے اظہار کے لیے کہ یہ اللہ کا ایک معجزہ تھا۔ اس معجزے کی بشارت کیا تھی؟ کہ بچے کی ولادت کی بشارت کے ساتھ ہی حضرت مریم علیہا السلام کو یہ بات بتا دی گئی۔ حضرت مریم علیہا السلام کو جب اس بات کا پتا چلا کہ مجھے بیٹا ملنے والا ہے۔

آیت نمبر47

قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ ۖ قَالَ كَذَٰلِكِ اللَّهُ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ

ترجمہ: یہ سن کر مریمؑ بولی، پروردگار! میرے ہاں بچہ کہاں سے ہوگا، مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ تک نہیں لگایا جواب ملا، ایسا ہی ہوگا، اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو بس کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔

کہا کہ میرے ہاں بچہ کیسے پیدا ہوگا ؟ مجھے تو کسی نے چھوا تک نہیں۔ تو اللہ تعالی نے جہاں پر یہ خوشخبری دے رہے ہیں۔ کہ تیرے ہاں عظیم الشان اور عظیم اوصاف والا بیٹا پیدا ہونے والا ہے ۔وہیں تسلی کے لیے اور مطمئن کرنے کے لیے اللہ تعالی نے ایک اور عظیم نشانی بھی بتا دی ۔کہ ان کے ناموس کو دشمنوں کی بذبانیوں سے بچانے کے لیے میں نے ایسا انتظام کر دیا ہے کہ کسی کو تہمت لگانے کی جراءت نہیں ہوگی۔ اور کوئی گنجائش باقی نہیں رہے گی ۔کیونکہ اللہﷻ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے ۔اور حضرت مریم علیہا السلام کے لیے اللہﷻ خود کہتے ہیں **کہ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَ طَهَّرَكِ (3:42)**

يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ قنوت ہے سجود ہے ۔رکوع ہے اطاعت ہے ۔مومنہ ہیں۔ اور پھر اللہ تعالی نے ساری تہمتوں سے بچانے کا بھی انتظام کر دیا ۔کہ دنیا کی زبانیں ہی بند کر دیں۔

واقعہ : اور یہ کہ وہ بچہ **وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ** کہ چھوٹی عمر میں لو گوں سےبات کرے گا۔ اور اس حصے میں وہ یہ بھی کہتے ہیں ۔کہ جب وہ چھوٹے سے بچے کو لے کر اپنی قوم کے اندر آئیں ۔تو بچے کی طرف اشارہ کیا ۔اور بچہ بولنے لگا ۔کہ انّی عبداللہ میں ہوں اللہ کا بندہ۔ ابھی سورۃ المائدہ بھی اس کی تفصیلات آئیں گی ۔

حدیث : رسول اللہ ﷺ نے فرمایا !گہوارہ میں تین بچوں کے سوا کسی بچے نے بات نہیں کی ۔(گہوارہ سے مراد دودھ پیتے گود میں)ان میں سے ایک حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام ہیں۔ دوسرے بنی اسرائیل کا وہ بچہ ہے ۔جسے جریج راہب سے منسوب کیا گیا ۔اور بچے نے بول کر جریج کی براءت

ظاہر کی ۔ان کی پاک دامنی کا اظہار کیا ۔اور اپنے اصلی باپ کا نام بتایا۔ تیسرے وہ بچہ جس نے ماں کی چھاتی چھوڑ کرکہا تھا یا اللہ **!**مجھے ظالم سوار کی طرح نہ کرنا **روایۃ بخاری ۔**
ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولے اپنی قوم کے سامنے اور کہنے لگے ۔کہ میں ہوں اللہ کا بندہ ۔قوم خاموش ہو گئی۔ دوسرا جریج کا ساتھی اس سلسلے میں میں آپ کو ایک بات بتاتی ہوں ۔

حدیث : کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔کہ تین دعائیں ایسی ہیں۔ جن کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں ۔ایک مظلوم کی دعا دوسرے مسافر کی دعا تیسرے اولاد کے حق میں ماں باپ کی دعا ۔
اور اس میں یہ بھی آتا ہے ۔کہ اگر ماں باپ ناراض ہوں۔ اور ان کا دل دکھی ہو۔ تو اگر وہ اولاد کے لئے بدعا کرتے ہیں۔ تو اس کی قبولیت میں بھی کوئی شک نہیں رہتا۔

واقعہ :اس سلسلے میں پہلے زمانے میں ایک بزرگ جریج کا واقعہ ہمیں ملتا ہے۔ بنی اسرائیل میں گزرے ہیں۔ جریج ان کا نام تھا ۔حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہی نیک عبادت گزار اور پارسا آدمی تھے ۔ہر وقت شہر سے دور اپنی خانقاہ میں عبادت کرتے رہتے۔ ایک چراوہا دن بھر گائے بکریاں چراتا ۔رات کو ان کی خانقاہ پرآکر لیٹ جاتا۔ ایک دن حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ کی ماں ان سے ملنے آئیں۔ کیونکہ وہ تو گاؤں میں تھیں۔ یہ دور رہتے تھے جنگل میں وہاں اپنی خانقاہ بنائی ہوی تھی۔ وہاں عبادت کرتے رہتے تھے ۔تو جب ماں ملنے آئی۔ تو حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھ رہے تھے۔ نفلی نماز ۔ ماں نے ان کو پکارا ۔ حضرت جریج نے دل میں سوچا۔اب کیا کروں۔ ایک طرف ماں ہے، دوسری طرف نماز۔ ماں کا جواب دوں کہ نماز پڑھوں۔ پھر آپ نے یہی مناسب سمجھا کہ خاموش رہیں۔ اور نماز پڑھتے رہیں۔ اور ماں واپس چلی گئیں۔ وہ نماز پڑھتے رہے۔ دوسرے دن پھر یہی ہوا۔ پھر وہ بستی سے چل کر آئیں۔ اور ان کو پکارنے لگیں ۔اب پھر یہی سوچ کر خاموش رہے۔ کہ نماز پڑھ رہا ہوں ۔نماز پڑھتے رہے۔ اور ماں کی آواز کا جواب نہیں دیا۔ پھر وہ چلی گئیں۔ تیسرے دن پھر ماں بیٹے کے پاس آئیں ۔اور آوازیں دینے لگیں ۔حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ یہی سوچ کر کہ آخر نماز میں کیسے جواب دوں ؟ اتفاق سے جب وہ آتیں انہوں نے نماز کی نیت کر لی ہو تی تھی۔ کیونکہ نفلی عبادت ان کا کام تھا ۔ اب پھر سوچنے لگے کہ جواب کیسے دوں خاموش رہے۔ یہ دیکھ کر ماں کو بہت دکھ ہوا۔ اور غصے میں آ کر بدعا کی! کہ اے اللہ جریج کو اس وقت تک موت نہ آئے جب تک کہ بری عورتوں سے اس کا پالا نہ پڑ جائے ۔یہ کہہ کر ماں اداس وہاں سے چلی گئیں۔ کچھ ہی عرصے بعد ایک دن بنی اسرائیل کے لوگ حضرت جریج کی نیکی اور عبادت کا تذکرہ کررہے تھے۔ کہ فلاں بہت نیک ہے ۔ وہاں ایک انتہائی خوبصورت عورت بول اٹھی۔تم کہو تو میں اس کو گناہ میں پھانس دوں ۔اس کے بعد وہ عورت حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خانقاہ پہنچی۔ اور انہیں لبھانے لگی ۔خدا نے حضرت جریج رحمۃ اللہ پر اپنی رحمت فرمائی۔ اور وہ اس بدکار عورت کے جال سے صاف بچ گئے۔ ان سے مایوس ہو کر وہ عورت اس چرواہے کے پاس پہنچی ۔جو پاس ہی جنگل میں رہتا تھا ۔وہ اس کے پھندے میں آ گیا ۔اور اپنا منہ کالا کر بیٹھا ۔پھر جب اس عورت کے ہاں بچہ ہوا ۔تو اس نے یہ مشہور کر دیا۔ کہ یہ جریج کا لڑکا ہے۔ جب یہ خبر بادشاہ تک پہنچی ۔تو اس نے حکم دیا ۔کہ جاؤ اس کی خانقاہ ڈھا دو۔ اور اسے پکڑ کر میرے پاس لاؤ ۔ لوگ حضرت جریج رحمۃ اللہ کی خانقاہ پہنچے۔ ان کی خانقاہ کھود پھینکی ۔انہیں خوب مارا پیٹا ۔پھر ان کی مشکیں باندھ کر بادشاہ کے پاس لائے۔ جب لوگ انہیں باندھے لے جا رہے تھے۔ تو راستے میں کچھ بدکار عورتیں انہیں اس حالت میں دیکھ کر ہنسنے لگیں۔ ان کو ہنستا دیکھ کر حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ بھی کچھ مسکرائے۔ ان کو تو پتہ تھا میں بے گناہ ہوں ۔بادشاہ نے حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ سے کہا۔ یہ عورت کیا کہتی ہے ؟آپ رحمۃ اللہ نے کہا فرمائیے **!**کیا کہتی ہے ؟بادشاہ نے کہا یہ کہتی ہے ! کہ بچہ جریج کا ہے ۔تو آپ رحمۃ اللہ نے کہا ۔مجھے نماز پڑھنے کی مہلت دی جائے

۔اور بچے کو لایا جائے۔آپ رحمۃ اللہ نے نماز پڑھی جب فارغ ہوئے۔ تو آپ نے اپنی انگلی بچے کے پیٹ پر ماری۔ اور فرمایا !بتا بچے تیرا باپ کون ہے ؟ خدا کے حکم سے بچے کی زبان کھل گئی ۔اس نے کہا میرا باپ فلاں چرواہا ہے ۔پھر کیا تھا' لوگوں نے حضرت جریج رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ چومنا شروع کیے۔ ان سے معافی مانگنے لگے۔ بادشاہ بھی بہت متاثر ہوا ۔اور اس نے حضرت جریج رحمۃ اللہ سے کہا۔ ہم آپ کی خانقاہ کو سونے کی بنوا دیتے ہیں ۔جو ڈھائ تھی ۔ آپ نے فرمایا نہیں !پھربادشاہ بولا چاندی کی بنوا دوں ۔آپ رحمۃ اللہ نے فرمایا !نہیں ۔بس آپ ویسے ہی مٹی کی بنوا دیجئے ۔جیسے پہلے تھی ۔بادشاہ نے کہا۔ حضرت ایک اور بات بتائیے جب راستے میں کچھ بدکار عورتیں آپ کی ہنسی اڑا رہی تھیں۔ تو آپ مسکرائے کیوں تھے۔ آپ رحمۃ اللہ نے فرمایا یہ ایک ایسا راز ہے ۔جسے صرف میں ہی جانتا ہوں۔ یہ جو کچھ ہوا میری ماں کی بددعا کا نتیجہ تھا ۔مجھے ماں کی بددعا لگی تھی۔ اور پھر آپ نے اپنی ماں کی بددعا کا پورا واقعہ تفصیل سے سنایا ۔

دنیا میں جو دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک ماں کی بددعا بھی ہے ۔ میری اپنی طالبہ بتاتی ہے ۔کہ بچپن میں ان کی بیٹی ان کو بہت ستاتی تھی۔ اب ایک دن تنگ آ کر کہا ۔جا! تیری اولاد تجھے اس سے بھی زیادہ تنگ کرے۔ کہ اب اس کی بچی اتنا زیادہ اس کو ستاتی ہے۔ کہ میں اب روتی ہوں ۔اور سوچتی ہوں ۔کہ اس کو میری بددعا لگی ہے۔ مجھ سے بھی زیادہ اپنی بچی کو عاجز دیکھتی ہوں ۔ تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ اصل میں جب ھم خود ماں باپ بنتے ہیں تو اپنے ماں باپ کی قدر آتی ہے ۔اور بعض اوقات بڑی دیر ہوگئ ہوتی ہے۔ کیوں کہ بعض لوگوں کے ماں باپ قبر میں چلے جاتے ہیں ۔یا دور ہوتے ہیں۔ انسان ان کی خدمت ان کی تواضع تعظیم ادب احترام نہیں کر پاتا ۔ تاریخ اپنے آپ کودھراتی ہے ۔ تو ایسے میں 'گو کہ میں بھی اور ہم بھی آپ بھی ہم سب اس میں شامل ہیں۔ بچے تو ستاتے ہیں۔ اور اتنی سہولتیں اتنی نعمتیں ہونے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ سے صبر اور شکر کی دعا کرنی چاہیے۔ کہ کتنے بھی بڑے بچے ہوں ان کوکبھی بھی بددعا نہ دیں ۔ جیسے کسی نے کہا ۔کہ میں نے خود ہی اپنے بچے کو کہہ دیا ۔کہ جا تیرا ایکسیڈینٹ ہو ۔اور تو مر جائے ۔اور میرا بچہ ایسے ہی مر گیا۔ تو بعض اوقات تھکے ہوئے ماں باپ اس طرح کے جملے یا باتیں کہہ دیتے ہیں ۔ ایک تو یہ کہ اولاد ایسی حرکتیں نہ کرے۔ کہ ماں باپ ایسی بددعائیں دیں ۔اور دوسرا یہ کہ ماں باپ کو اللہ اتنا حوصلہ دے دے ۔کہ ماں باپ بددعائیں نہ دیں۔ تو بہرحال ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولے ۔

واقعہ : دوسرا یہ جریج کا ساتھی اور تیسرے ایک اور بچہ تھا جس نے ماں کی چھاتی چھوڑ کر کہا تھا ۔اس کا قصہ یہ ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک عورت تھی وہ باہر دیکھ رہی تھی ۔اس کے پاس گود میں بچہ تھا۔ اس کے سر کے بال بھی اترے ہوئے تھے۔ سـر منڈا یعنی سر کے بال اترے ہوئے تھے۔ اس نے دیکھا کہ ایک باندی لائی گئی ۔ایک لونڈی اور اس کو لوگ مار رہے تھے ۔اور یہ کہہ رہے تھے ۔کہ اس نے چوری کی یا پھر بدکاری اس پر کوئی الزام تھا۔ عورت کہنے لگی ۔ یا اللہ میرے بیٹے کو اس عورت جیسا نہ کرنا ۔اس بچےنے دودھ پیتے پیتے اپنی ماں کی چھاتی کو چھوڑا اور کہا ۔کہ یا اللہ مجھے اس جیسا کر دینا۔ پھر وہ دودھ پینے لگا ۔اتنے میں ایک سوار گزرا ۔کسی گھوڑے پر سواری پر بڑا خوبصورت بڑی شان و شوکت کے ساتھ۔ اب ماں نے جب اس کو جاتے دیکھا۔ کہنے لگی یا اللہ میرے بیٹے کو ایسا کر دینا ۔کہنے لگا یا اللہ مجھے ایسا نہ کرنا ۔بچے نے پھر دودھ کو چھوڑا اور پھر کہا یا اللہ مجھے ظالم سوار کی طرح نہ کرنا روایۃ بخاری ۔ ماں نے پوچھا۔ اوئے سرمنڈے ۔جب میں نے پہلی عورت جس کو ساری دنیا مار رہی تھی۔ برا بھلا کہہ رہی تھی ۔کہ اس نے غلط کیا ہے۔اس جیسا تجھے نہ کرنا۔ تو تو نے کہا ! کہ کر دے ۔اور جب میں نے وہ جو اتنا خوبصورت اتنی سواری اتنے کپڑے اتنی شان و شوکت

والا۔ اس جیسا کہا 'تو تو نے کہا !کہ مجھے ایسا نہ کرنا۔تو پھر بچے نے بتایا کہ اصل میں جس کو دنیا مار رہی تھی۔ وہ ویسی نہیں تھی ۔جیسی دنیا کہہ رہی تھی۔ اور مار رہی تھی وہ بے گناہ ہے ۔اس لیے میں نے کہا مجھے ویسا کر دے ۔اور جو آپ دیکھ رہی تھیں۔ جو بہت خوبصورت ہے سواری پر ہے ۔وہ ظالم اور اچھا انسان نہیں تھا۔ اس لیے میں نے اللہ تعالیٰ سے کہا۔ اللہ تعالیٰ مجھے ویسا نہ کرنا ۔

تو یہ تین بچے ہیں **وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ** جو ماں کی گود میں بولے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔کہ وہ گود میں کلام کرے گا ۔لوگوں سے گہوارے میں بھی بات کرے گا ۔اور بڑی عمر کر پہنچ کر بھی۔ یعنی اس سے مراد بڑی عمر ہے ۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت عیسی علیہ السلام باتیں کرتے تھے ۔(یوحّنا میں بھی ہے)کہ یہودیوں نے اسے کہا ۔تیری عمر تو ابھی پچاس برس کی بھی نہیں ۔پھر تو نے کیا ابراہیم کو دیکھا ہے ؟یہ کہ ایسی باتیں تو کوئی پچاس سال کے قریب پہنچ جائے۔ تب کرتا ہے ۔گہوارے میں بھی بات کرنا ۔اور پھر بڑی عمر کوبھی ۔ بڑی عمر کے بارے میں ایک سوال یہ ذہن میں پیدا ہوتا ہے ۔کہ چھوٹی عمر میں تو لوگ بات نہیں کرتے ۔تو یہ معجزہ تھا۔ تو اس بارے میں کہتے ہیں ۔کہ اصل بات یہ ہے ۔کہ بڑی عمر کے کلام کا ذکر اس لیے خاص طور پر کیا گیا ۔کہ بچے جب ابتدا میں بولتے ہیں۔ تو ان کی باتیں بہت بچگانہ سی ہوتی ہیں ۔ عاقلانہ عالمانہ فصیح کلام ادھیڑ عمر کے لوگ عام طور ایسی باتیں کرتے ہیں ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ واقعہ بتایا گیاکہ وہ چھوٹی عمر میں بھی بہت اچھا کلام کریں گے ۔اور جب بڑی عمر کو پہنچیں گے۔ تب بھی ان کا کلام معجزانہ ہوگا ۔ ان کی گفتگو عام لوگوں کی گفتگو نہیں ہوگی بلکہ پر مغز ہوگی ۔ بہترین اور سچائی پر مبنی ہو گی ۔ یہاں پر بات جو بتائی جارہی ہے۔ اس کا مطلب ہے **بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ** کہ وہ اللہ کا کلمہ ہیں۔ اس لیے ان کے اندر یہ سارے اوصاف پائے جاتے ہیں ۔پھر آگے یہ والی بات کہ **مِّنَ الصَّالِحِينَ** کہ وہ صالحین میں سے ہوں گے۔ معاذ اللہ دنیا ولدالحرام کہتی رہے یا ولد الزنا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔کہ وہ صالحین میں سے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی برات کی ہے ۔کہ وہ خود بھی نیک ہیں۔ اور دوسری بات کہ ان کی ماں بھی نیک ہے ۔تو تمام جتنے بھی ان کے کمالات ہیں ۔جتنے بھی ان کے اوصاف ہیں۔ اس کے باوجود وہ اللہ نہیں ہیں۔الوہیت میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے ۔کہ وہ صالحین میں سے ہیں۔ یہ اوصاف گنوانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے ۔ قرآن میں واضح طور پر بتا دیا گیا۔ کہ وہ اللہ کے نیک بندوں میں سے ہیں ۔یہ نہ ہو کہ لوگ ان کو پوجنے لگیں۔ باقی کہیں ایسی تفصیل انجیل یا تورات میں نہیں ملتی۔ جیسے قرآن مجید میں ملتی ہے ۔اور دوسری اہم بات کہ خود بھی اللہ تعالیٰ اس کی گواہی دیتے ہیں۔ کہ وہ نیک عورت تھی۔ پھر اس کے بعد اب اللہ رب العزت فرماتے ہیں ۔ **قَالَتْ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ** حضرت مریم علیہا السلام یہ سن کر بولیں۔ کہ پروردگار میرے ہاں بچہ کیسےہوگا ؟ جبکہ مجھے کسی شخص نے ہاتھ تک نہیں لگایا ۔یہ ساری بات سن کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا ۔اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اوریہ اللہ کا انداز ہے ۔کہ وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کرتا ہے ۔ **إِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ**۔تو بس کہتا ہے کہ ہو جا۔ اور وہ ہو جاتا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا جو واقعہ آپ نے پڑھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی

دعا: 'هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ

ترجمہ: کہ مجھے نیک اور پاک اولاد عطا کر۔کہ تو دعاؤں کا سننے والا ہے۔

پھر فرشتے نے آ کر ان کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خوشخبری دی ۔اس وقت انہوں نے کہا تھا ۔**رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ**۔کہ میں بوڑھا اور میری بیوی بانجھ ہے۔ ہمیں کیسے اولاد مل سکتی ہے۔ فرمایا! **قَالَ كَذَٰلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ** یعنی تیرے بڑھاپے اور تیری بیوی کےبانجھ پن کےباوجود تجھے بیٹا دیے گا۔اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اصل بات کیا ہے؟کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیھم السلام دونوں کی پیدائش معجزہ ہے۔لیکن دونوں میں تھوڑا سا فرق ہے۔ اور وہ فرق یہ ہے کہ وہاں پر جب اللہ تعالیٰ نے ان کو کہا کہ اللہ تعالیٰ ایسے ہی کریں گے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔تو اس کا مطلب یہ تھا ۔کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے پاس اسباب موجود تھے۔ بڑھاپا ہے میاں بیوی موجود ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کا بانجھ پن اور بڑھاپے کے باوجود ان کو اس قابل کر دیا ۔کہ اولاد پیدا ہو سکے یہاں پر اسباب موجود نہیں ہیں۔ یعنی کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ۔اور یہ بن باپ کے پیدا ہوئے۔ وہاں پر حضرت زکریا علیہ السلام کے لیے **يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ** آیا اور یہاں پر ان کے لیے **يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ** آیا ۔ اللہ کے کلمے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ کے پیدا کر دیا ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کامل درجے کی قدرت کی کبریائی اور بزرگی کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ بتاتے ہیں ۔کہ کلمے کی وضاحت کیا ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہے۔اور وہ کیوں ہوگی؟ اس لیے کہ اللہ جب کسی چیز کو کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو بس وہ اتنا ہی حکم دیتا ہے ۔ **فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ** بس اللہ تعالی کو صرف ایک **کن** کہنا پڑتا ہے۔ اور وہ چیز خود بخود آگے مراحل تیار کر لیتی ہے ۔

آیت نمبر48

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ

ترجمہ: (فرشتوں نے پھر سلسلئہ کلام میں کہا) اور اللہ اُسے کتاب اور حکمت کی تعلیم دے گا، تورات اور انجیل کا علم سکھائے گا۔

اور پھر مزید فرشتوں نے اپنی بات کو جاری رکھا ۔درمیان میں حضرت مریم علیھا السلام کی یہ بات آئی کہ ہوگا کیسے؟ وہ پریشان ہوگئیں۔ یہ فطری سے بات تھی۔ان کی بات کا جواب دینےکے ساتھ ہی فرشتے پھر اپنی بات کو جاری رکھتے ہیں۔کہتے ہیں۔ اللہ اسے کتاب اور حکمت کی تعلیم دے گا۔ تورات اور انجیل کا علم سکھائے گا ۔ کتاب سے مراد کتابت بھی ہے اور عزت بھی ۔ حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ تعالی نے بلا کا حافظہ دیا تھا ۔بڑے ذہین تھے۔ اور اس کے علاوہ خوش نویس بھی تھے۔ تورات ہاتھ سے لکھا کرتے تھے ۔تورات پر انہیں اتنا عبور تھا ۔کہ یہودی علماء جو فقہی اور فریسی (یہودی علماء کو کہتے ہیں)ان سے اگر کسی بات پر الجھ پڑتے ۔تو آپ تورات کے زبانی حوالے دے کر انہیں چپ کر وا دیتے اور فقہی اور فریسی جو یہودی علماء تھے۔ ان کے کمال درجہ کے حافظے پر حیران رہ جاتے تھے ۔کچھ مسلمانوں میں سے بعض لوگ جن کو انجیل پوری آتی ہے ۔تورات پوری آتی ہے ۔جیسے ذاکر نائک وغیرہ تو اس طرح اللہ نے ان کو بھی بڑا حافظہ عطا کیا تھا۔ تیس سال کی عمر میں آپ علیہ السلام کو نبوت ملی تھی۔ اس کے بعد تیس سال تک مسلسل سیاحت کرتے رہے۔اور دین کی تبلیغ کا کام کرتے رہے ۔ جو اس وقت کی حکومت تھی ۔وہ بھی آپ علیہ السلام سے مرعوب ہو گئی ۔اور اس سے پہلے انہوں نے حضرت زکریا علیہ السلام کو قتل کروایا تھا ۔حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بھی قتل کروایا تھا۔ پھر حضرت مریم علیھا السلام پر بھی زنا کاالزام لگایا ۔ اس کے ساتھ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی پیچھے پڑ رہے ہیں۔ کیونکہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توثیق کی تھی۔ خوشخبری بھی تھی کہ وہ آئیں گے۔ وہ چاہتے تھے کہ آپ علیہ السلام کو بھی نعوذ باللہ

ختم کردیں ۔فرمایا! اللہ تعالیٰ ان کو کتاب کی تعلیم دے گا ۔ اس سے مراد لکھنا بھی ہے۔ وہ لکھتے بہت اچھا تھے۔ دوسری چیز حکمت اصل میں انجیل بھی تو مجموعہ حکمت تھی۔ مگر جہاں تک کتاب کا تعلق ہے ۔تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پیروکار ہی تھے۔ گو کہ ان کو الگ کتاب بھی ملی ۔جو بات سمجھنے والی ہے۔وہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کے پیروکار اور داعی تھے۔ تورات سے کوئی الگ شریعت نہیں لے کر آئے تھے ۔لیکن اللہ تعالی نے ان کو انجیل دی۔ اور انجیل میں وہی شریعت کی روح تھی جو کہ تورات کے اندر تھی اس کے اندر بڑی حکیمانہ معجزانہ انداز میں اچھی اچھی باتیں تھیں۔ کیوں کہ بنی اسرائیل نے اصل تورات کو بے روح کر کے رکھ دیا تھا۔ اس کے احکامات کو اور بے جان رسوم کا مجموعہ بنا کے رکھ دیا تھا ۔ کیونکہ ان کی اصل زندگی شریعت سے خالی ہو گئی تھی ۔ تو اب اللہ تعالی نے حضرت مسیح علیہ السلام کو انجیل دے کر بھیجا اور اس کے ساتھ ہی ان کو جو حکمت اللہ نے سکھائی اس کی وجہ سے انہوں نے زندگی میں جان پیدا کر دی ۔ ان کو تورات پر بھی عبور تھا ۔ انجیل بھی آتی تھی ۔ان کی سب باتیں حکیمانہ ہوتی تھیں ۔ اس کے علاوہ ان کی خوبی تھی ۔کہ وہ لکھتے بھی اچھا تھے۔

آیت نمبر49

وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ

ترجمہ: اور بنی اسرائیل کی طرف اپنا رسول مقرر کرے گا (اور جب وہ بحیثیت رسول بنی اسرائیل کے پاس آیا تو اس نے کہا) میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی صورت میں ایک مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں، وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور مُردے کو زندہ کرتا ہوں میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں ذخیرہ کر کے رکھتے ہو اس میں تمہارے لیے کافی نشانی ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔

کہ اللہ تعالی نے انہیں کتاب حکمت تورات اور انجیل کے علم سے ان کو نوازا تھا ۔ان کو بنی اسرائیل کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا تھا ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی الگ قوم کی طرف نہیں بھیجے گئے تھے ۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام ایک نبی تھے ۔لیکن حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح حضرت عیسیٰ ایک نبی نہیں تھے۔ بلکہ وہ بنی اسرائیل کی طرف ایک رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ رسول اور نبی میں فرق ہوتا ہے۔ رسول جس قوم کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ اس کے لیے اللہ کی عدالت بن کر آتا ہے ۔ لازما اس قوم کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اگر وہ ایمان لائے تو نجات پاتی ہے۔ کفر پر اڑی رہے اور نبی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اس کو بعض اوقات تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ یا کسی بھی طرح عذاب کی کوئی بھی شکل بھیج دیتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں۔ کہ سارا کچھ ان کے پاس تھا اور وہ رسول تھے ۔جو بنی اسرائیل کی طرف بنا کر بھیجے گئے۔**أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ** تحقیق میں لایا ہوں۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی۔ اب وہ بنی اسرائیل کے سامنے اپنی رسالت کے دعوے کے طور پریہ بتا رہے ہیں کہ میرے پاس نشانی بھی ہے۔تاکہ لوگ میری بات کو

سنیں ۔میری طرف متوجہ ہوں ۔حالانکہ ان کی سب سے بڑی نشانی یہ تھی ۔کہ وہ رسول ہیں ۔ان کے پاس ان سب کتابوں کی تعلیم ہے حکمت ہے ۔لیکن ساتھ ہی وہ یہ کہتے ہیں ۔کہ میں تمہارے پاس نشانی بھی لے کر آیا ہوں ۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ نشانی سے مراد تورات کو پھر زندہ کرنا۔ انجیل لے کر آنا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آگے جو تفصیل ہے ۔

أَنِّي أَخْلُقُ لَكُم مِّنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَأَنفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِ اللَّهِ

ترجمہ: کہ میں تمہارے سامنےمٹی سے پرندے کی صورت کا ایک مجسمہ بناتا ہوں ۔اور میں اس میں پھونک مارتا ہوں۔

تو وہ اللہ کی حکم سے مٹی کا ایک پرندہ بن جاتا ہے۔یہ ان کی پہلی نشانی تھی۔ جو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے پیش کی ۔ ان کی اس پوری نشانی میں ایک بات بڑی خاص ہے۔ وہ کیا ہے؟ ۔**بِإِذْنِ اللَّهِ** اللہ کی اجازت سے۔ یعنی مجھے اللہﷻ نے یہ معجزہ عطا کیا ہے ۔ میری یہ دسترس نہیں تھی۔ کہ میں ایسا کر سکوں۔ مٹی سے پرندہ کی شکل بناؤں۔ اور پھر وہ زندہ ہو کر اڑنے لگے ۔ اللہﷻ نے مجھے یہ خوبی یا کمال عطا کیا ہے۔ پھر دوسری بات ۔**وَأُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ** کہ میں ٹھیک کردیتا ہوں مادر ذات اندھے کو کوڑھ کے مریض کو صحت یاب کر دیتے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں طب کو بہت عروج حاصل تھا۔ (طب اور حکمت کو) اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایسا معجزہ عطا کیا۔ جو اس زمانے کے حکیموں اور طبیبوں کی دسترس سے باہر تھا ۔ آپ علیہ السلام بیمار کو پھونک مارتے 'تو وہ اٹھ کر کھڑا ہو جاتا۔ مردے کو پھونک مارتے تو وہ زندہ ہو جاتا۔ تو اس زمانے کے طبیب اور حکیم تو یہ نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی نبی کومعجزہ دیا ۔تو اس کے زمانے کو سامنے رکھتے ہوئے بہترین دیا۔

جیسے **موسیٰ علیہ السلام کے زمانے** میں جادوگری کا بڑا زور تھا ۔تو آپ علیہ السلام کو جو معجزہ عطا کیا گیا ۔ وہ لاٹھی تھی ۔جب وہ سانپ بنی۔ تو بڑے بڑے جادوگر دم بخود رہ گئے ۔حتیٰ کہ وہ ایمان لے آئے ۔

دوسری طرف حضرت **محمد** ﷺ **کا زمانہ** دیکھیں۔ تو وہاں پر شاعری ادب و زبان کی فصاحت و بلاغت بڑے عروج پر تھی ۔تو آپ ﷺ**کو** جو کلام دیا گیا ۔اس کی نظیر کوئی دنیا میں پیش نہ کر سکا ۔ایک آیت ایک سورۃ یا دس سورتیں پہلے دس سورتیں کہا گیا۔ پھر کہا اچھا ایک سورۃ ہی بنا کرلے آؤ۔

رسول اللہ ﷺ**نے** ویسے بھی جو باتیں کیں۔وہ بڑی حکیمانہ باتیں کیں۔ چھوٹی چھوٹی بہت سی ایسی احادیث جو ضرب المثل بن گئیں ۔ اللہ ﷻ جو کچھ بھی نبی کو عطا کرتا ہے۔ایسی چیز عطا فرماتا ہے ۔کہ جس پر دنیا حیران رہ جائے۔ جب حضرت عیسی علیہ السلام کو سمجھایا گیا ۔تو انہوں نے یہ بھی اعلان کیا ۔کہ میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں آیا ہوں ۔ ایک غیر اسرائیلی عورت آپ کی دعا سے بالکل ٹھیک ہوگئی ۔اس جواب میں انہوں نے یہی کہا ۔کہ بچوں کے حصے کی روٹی کتوں کے آگے ڈالنا ٹھیک نہیں۔ یہ انجیل میں ان کے بارے میں باتیں ہیں ۔ اصل میں انجیل میں کچھ غلط باتوں کو بھی ان پر بیان کیا گیا ہے۔ انجیل میں جو باتیں ہیں۔ وہ بدل گئ ہیں۔ قران اس کو بڑے واضح انداز میں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔کوڑھی یا مادر ذات اندھےکو میں اللہ کے حکم سے سے ٹھیک کر دیتا ہوں۔ جب آپ علیہ السلام اندھوں اور کوڑھ ذدہ پر ہاتھ پھیرتے تو' وہ اللہ کے حکم سے بھلے چنگے ہو جا تے۔ ان آیات میں نشانی یا سبق سے پتہ چلتا ہے ۔کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی دعوت باقی نبیوں جیسی تھی۔ اور اصل اقتدار تو اللہ کا ہے۔ اللہ کی بندگی کرو میں تو اللہ ﷻ کا نمائندہ

اور رسول ہوں ۔حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ میں رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔اور اس لئے آیا ہوں ۔کہ لوگوں کو ان چیزوں کی بندگی سے ہٹا کر اللہ ﷻ کی بندگی کی طرف متوجہ کروں۔ جب میں یہ سب کام اللہ کے حکم سے کر رہا ہوں تو باقی کام اور رسموں سے منع کرتا ہوں ۔ میری اطاعت کرو۔اور حق کو قبول کرلو ۔ اللہ ﷻ کی عبادت و بندگی کرو۔ جو اللہ نے مجھے کہا میں وہ تمہیں بتا رہا ہوں۔ **وَأُنَبِّئُكُم بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ** تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا اپنے گھروں میں ذخیرہ کر کے رکھتے ہو تیسری بات یہ فرمائ ۔ جو کچھ بھی تمہیں بتارہا ہوں۔ رسول ہونے کی حیثیت سے حلال حرام کے طریقے یا تمہیں جو بھی رسموں سے اور جو بھی تمہاری پابندیاں ہیں۔ ان سے میں تمہیں آزاد کر رہا ہوں۔ تو تمہیں میرا کہنا ماننا چاہیے ۔میری اطاعت کرنی چاہیے ۔ **إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَأَيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ** اس میں تمہارے لیے کافی نشانی ہے۔ کہ میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں ۔اب تم حق کو قبول کر لو۔ یہ تھے ان کے معجزے! کہتے ہیں کہ جو کچھ کوئی کھا کر آتا تھا۔ وہ بھی بتا دیتے تھے ۔کہ تم کیا کھا کر آئے ہو؟ تم نے گھر میں کیا چھپا کر رکھا ہے؟ اور کیا چیز تم نے زخیرہ کی ہوئی ہے؟ یہ معجزات بھی اللہﷻ کی قدرت اور اللہ ﷻکی خاص عنایت تھی۔

آیت نمبر 50

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ۚ وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ

ترجمہ: اور میں اُس تعلیم و ہدآیت کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں۔ جو تورات میں سے اِس وقت میرے زمانہ میں موجود ہے اوراس لیے آیا ہوں کہ تمہارے لیے بعض اُن چیزوں کو حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں دیکھو، میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں، لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میر ی اطاعت کرو۔

یعنی ساری کی ساری تورات کی تصدیق نہیں کر رہا ۔بلکہ میں اس تورات کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں۔جو**بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ** تورات میں سے میرے ہاتھوں میں ہے ۔یعنی جو اصل تورات ہے جس میں کچھ غلط ملط یا کوئی آمیزش نہیں ہوئی۔ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ تو یہ تھا! ان کا ایک اللہ کا رسول ہونے کا ایک اور بڑا دعویٰ اور ایک بڑی دلیل۔ کیونکہ انہوں نے مزید نئے کسی دین کی بنیاد نہیں ڈالی۔ کوئی نئی شریعت نہیں لے کر آئے۔ بلکہ انہوں نے اپنے کمالات کے اہم معجزے دکھا کر یہ نہیں کہا۔ کہ تم مجھے ماننے لگ جاؤ۔ یا مجھے خدا بنا لو۔ یا میں ایک نئے دین کا پرچار کرنے والا ہوں ۔بلکہ انہوں نے زیادہ زور اسی چیز پر دیا ۔ کہ میں اسی دین کو مانتا ہوں۔ جس کو تم مانتے ہو۔ یعنی بنی اسرائیل جس کو مانتے ہیں۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے یعنی تورات۔ اور اسی تعلیم پر زور دے رہا ہوں ۔جو دوسرے پیغمبر لے کر آئے ہیں ۔ خود انجیل میں یہ بات ملتی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا ۔کہ یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں ۔منسوخ کرنے والا نہیں 'بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ پھر ایک یہودی عالم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا ۔کہ احکام دین میں اولین حکم کونسا ہے ۔جواب میں آپ علیہ السلام نے فرمایا ! یعنی اپنے خداوند سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل سے بڑھ کر محبت کر۔ بڑا اور پہلا حکم یہی ہے۔ اور دوسرا یہ کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ انہی دو احکام پر تمام تورات

اور انبیاء کے صحیفوں کا دارو مدار ہے۔ یعنی اللہ کی عبادت اور پھر حقوق العباد میں ہمسائیوں کا ذکر ملتا ہے۔ پھر اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام اپنے شاگردوں سے فرماتے ہیں ۔فقہی اور فریسی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گدی پر بیٹھے ہیں ۔جو کچھ وہ تمہیں بتائیں ۔تم وہ سب کرو اور مانو۔ مگر ان میں سے وہ کام نہ کرو ۔کیونکہ جو وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں ہیں۔ وہ کرو جو یہ خود کہہ بھی رہے ہیں ۔اور کر بھی رہے ہیں۔ میں اس تعلیم و ہدآیت کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں۔ جو تورات میں سے اس وقت میرے زمانے میں موجود ہے۔ تو اس سے ایک اور بات کیا پتا چلتی ہے۔ کہ جب بھی جہاں بھی حق ملے۔ جہاں سے بھی ملے وہ لے لینا چاہئے۔ اپنی دو اینٹ کی الگ مسجد اپنا الگ مدرسہ یا اپنی الگ تنظیم نہیں ہونی چاہیے۔ اصل چیزتو یہ کہ کوشش کرنی چاہیے ۔کہ مسلمانوں میں گروہ بندیاں نہ ہوں۔ اور مسلمانوں کی وحدت کو اکٹھا کیا جائے۔ تاکہ آپس میں جو اختلافات ہیں جھگڑے ہیں یا جو بھی مسائل ہیں ۔ان کو دور کیا جائے ۔اور اپنے پلیٹ فارم کو متعارف کروانے کی بجائے جو اصل کتاب کی تعلیم ہے ۔ اس پر زور دینا چاہیے ۔تاکہ ہم سب منزل تک پہنچ جائیں۔اور منزل کیا ہے؟ رب کی رضا اور بعض اوقات ہم سب لوگ کسی ٹرین سے جا رہے ہیں۔ ہم اس پر اتنا غور کرتے ہیں۔ کہ منزل پیچھے رہ جاتی ہے ۔پھر لوگ پریشان ہوتے ہیں۔اور دین کی بجائے لوگ اردگرد کی باتوں میں ہی اُلجھ کر رہ جاتے ہیں۔ تو ہمیں کیا پیغام ملتا ہے ؟کہ جو بھی حق ہے۔ جہاں سے بھی ہے۔ اچھی ہے تو اس تسلیم بھی کرنا چاہیے۔ اور اس کا ساتھ بھی دینا چاہیے - وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ۚ **وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ** تم پر بعض اُن چیزوں کو حلال کر دوں۔ جو تم نے خود پر حرام کر لی ہیں۔ بنی اسرائیل نے کچھ چیزیں خود پر حرام کر لی تھیں وجہ علماء یہود نے محض اپنی من گھڑت فتنوں اپنے غلو کی وجہ سے اپنے اوپر حرام کر لی تھیں۔ اور یہ چیزیں پھر روایت بن کر شریعت میں داخل ہو گئیں۔ مثال کے طور پر سبت کے احترام کو لے لیجئے ۔کہ اس حقیقت کو یہودیوں کے فقیہوں نے اتنا بڑھایا ۔کہ سبت کے دن کسی مریض کو شفا کی دعا دینا بھی ان کے نزدیک احترام سبت کے منافی تھا ۔چنانچہ احترام سبت کے مسئلے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور علماء یہود کے درمیان کئی مناظرے ہوئے ۔جس کا ذکر انجیل میں ملتا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے شاگردوں نے پھر اس کو توڑا ۔کہ یہ چیز صحیح نہیں ہے۔ اور اس طرح ان کی جھوٹی دینداری تھی۔ اس کی قلعی توڑ دی گئی ۔ تو اصل بات کیا ہے؟ کہ جب حق واضح نہیں ہوتا ۔ حق کا علم نہیں ہوتا حق بات پڑھی نہیں ہوتی ۔تو پتہ ہی نہیں چلتا ۔کہ غلط چیزیں کون سی ہیں ۔جو کہ دنیا میں ہو رہی ہیں۔یا ہم مسلمان بھی کر رہے ہیں۔ تاکہ ہم ان کو چھوڑ دیں۔ تو یہ کب پتہ چل سکتا ہے؟ کہ ہمارے ہاں بھی کون سی ایسی چیزیں ہیں ؟جیسے بنی اسرائیل میں بہت سی ایسی چیزیں داخل ہو گئیں تھیں۔ جو کہ اللہ تعالی نے ان کے لیے نہیں کہی تو آج مسلمانوں کا بھی تو یہی حال ہے ۔کہ بہت سی پابندیاں ہم نے اپنے اوپر لگا لی ہیں ۔اور ایسی ناجائز پابندیاں کہ جن کی کوئی حقیقت ہمیں نہیں ملتی۔ توپھر ہماری بھی کیا ذمہ داری بنتی ہے ؟کہ ہم اس سلسلے میں 'اپنے معاملات میں قرآن کو آنکھیں کھول کر پڑھیں۔ لوگ کہتے ہیں ۔عام بندہ تو قرآن پڑھ ہی نہیں سکتا ۔

اور اللہ تعالی فرماتےہیں؛ سورۃ القمر
وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (17)
ترجمہ: ہم نے قرآن کو سیکھنے والوں کے لیے آسان کر دیا ہے۔ تو ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا۔

اس طرح ان کے ہاں بہت سی ایسی باتیں تھی۔ جو کہ ان کے علماء نے کہا کہ یہ حرام ہے۔ حالانکہ اللہ نے ان کو حرام نہیں کیا تھا ۔جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے ۔کہ انہوں نے اپنی طبعی کراہت کی وجہ سے کسی چیز کونا پسند کیا ۔مثلا اونٹ کا گوشت ، گائے کی چربی وغیرہ۔حالانکہ اللہ نے حرام نہیں کی تھی گائے کی چربی بھی ان پر پہلے حرام نہیں تھی ۔ان کی کٹ حجتیوں کی وجہ سے اللہ جَلَّ جَلَالُهُ نے اس کو ان پر حرام کر دیا۔ تو ہمارے لئے اس میں سے عمل کے لئے کیا اصول ملتا ہے ؟ کچھ لوگ راہبانہ ذہنیت رکھتے ہیں کہ یہ چیزیں نہیں کرنی چاہیئے۔ حالانکہ اسلام نے ان کو منع نہیں کیا ۔تو اس رویہ سے بھی بچنا چاہیئے ۔اسی طرح غیر مسلم قوموں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اور ہندو رسم و رواج میں خلط ملط ہونے کی وجہ سے بھی ہم نے بہت سے چیزوں کو شریعت کا حصہ بنا لیا ہے۔ حالانکہ شریعت کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے شادی ہی کو آپ دیکھ لیجئے ۔شادی بیاہ کی تقریبات جیسےنکاح آسان چیز ہے۔ اور جتنا اس کو سادگی اور آسانی سے کیا جائے اتنا ہی زیادہ اس کا ثواب ہے۔ اور ولیمہ جو اللہ کے نبی کی سنت ہےچاہے وہ نہ کریں۔مگر اس سے پہلے ڈھیروں دعوتیں کر لیتے ہیں ۔جو اصل دعوت ہے کہ خوشی مناؤ ۔اس کے لیے لوگوں کے پاس نہ وقت ہے۔نہ پیسہ ۔ اور اسی طرح آپ دیکھیں ۔کہ جب وفات ہوتی ہے۔ تو وفات کے اوپر کھانا دینا یہ کہاں ہے؟ بلکہ کہا گیا ہے۔ جہاں وفات ہو۔ تین دن تک دوسرے مسلمان ان کو کھانا کھلائیں۔ سات قسم کے پھل بارہ قسم کے پھل ہیں مرغن ہے۔تو ایک طرف میّت ہے۔ اور دوسری طرف یہ کہ وفات والی برادری کھلا رہی ہے۔ ہم نے کھائی تھی۔ اور اب کھلانی بھی ہے۔ اور پھر اسی طرح آپ دیکھیں کہ بچہ جب پیدا ہو جائے۔ تو ساتویں دن عقیقہ کرنا۔ یہ اللہ کے نبی کی سنت ہے۔ اچھالوگ عقیقہ نہیں کرتے۔ لیکن گود بھرائ کرتے ہیں۔ آپ دیکھیں خود ہی کئی چیزیں ہم نے اپنی زندگی میں جاری اور ساری کر لی ہیں۔ اس میں ہم سب کو بھی سوچنا چاہیے ۔کہ کونسی ایسے چیزیں ہیں جو دین کا حصہ نہیں ہیں۔ اچھا شادی کے موقع پر لڑکی کو مہر نہیں دیتے۔ اور اس پر تو ہمارے خاندان کا رواج بعض کا ابھی بھی 32 روپے ہی ہے۔ بعض کا 100 روپے بعض کا 50 ہے۔ تو بعض کا 500 ہے ۔لیکن سوال یہ ہے؟ کہ لڑکے کی حثیت کیا ہے؟ اور اس لڑکی کی فیملی میں عرف کیا ہے؟ مہر لڑکے کی حثیت کے مطابق دیا جانا چاہیے۔ قرآن میں جس کا ذکر ہے۔ اس کی ہمیں خبر نہیں ہے ۔اور نہ ہی اس کی فکر ہے ۔اس کے علاوہ اور بھی بہت سے چیزیں جو ہم کہتے ہیں کہ یہ تو بالکل ہی جیسے حرام ہیں۔ حالانکہ اسلام میں ان کو حرام نہیں کہا گیا۔ تو جوخودساختہ طور طریقے ہیں۔ ان سے ہمیں بچنا چاہیے ۔اور سوچنا چاہیے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ یہاں پر فرمایا۔ **فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُون** پس اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو۔ توحید کا پیغام اور اس کے ساتھ ہی رسالت کا پیغام ۔کہ اللہ جَلَّ جَلَالُهُ کی پیروی اور میری اطاعت۔ توحید اور رسالت دو چیزیں ہیں ۔

آیت نمبر51

إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۗ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ

ترجمہ: اللہ میرا رب بھی ہے او ر تمہارا رب بھی، لہٰذا تم اُسی کی بندگی اختیار کرو، یہی سیدھا راستہ ہے

پھر فرمایا! بے شک اللہ ہے میرا رب اور تمہارا رب ۔تو پس اسی کی عبادت کرو۔ یعنی انہوں نے کہا ہی نہیں۔ کہ میں خدا ہوں۔ اب دیکھیں یہاں بتایا جا رہا ہے۔ کہ جو پہلے معجزے تھے۔ وہ بھی سب بِإِذْنِ اللَّهِ تھے ۔یعنی پہلے توحید ہے پھر رسالت ہے ۔ پھر عقیدہ تثلیث کہاں سے بن گیا ؟فرمایا! **انا ربکم** کہ میں ہوں تمہارا رب۔تم اس کی عبادت کرو۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ! **هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ** یہ ہے سیدھا راستہ ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے تین بنیادی نکتے ہمارے سامنے آتے ہیں۔ جس میں پہلا یہ

ہے۔ کہ اقتدار اعلیٰ صرف اللہ جل جلالہ کا ہے ۔ پھر بندگی کا رویہ کیا ہونا چاہئے؟ کہ اللہ جل جلالہ کو اپنا حاکم ماننا اپنے اخلاق تمدن معاشرت اور اس کا پورا نظام اللہ جل جلالہ کا لینا چاہئے۔ دوسری بات کہ اللہ کے نمائندے اور رسول کی حیثیت کیا ہے ؟اللہ جل جلالہ کے پیغمبر کی ہے۔ وہ اللہ جل جلالہ کے احکامات کو آگے لے کر آنا ہے۔ اس کی حیثیت یہ نہیں کہ اس کو خدا بنا لیا جائے ۔تیسری بات جو انہوں نے کہی۔ کہ انسانی زندگی میں جائز اور ناجائز حلال اور حرام کا جو قانون ہے۔ وہ صرف اللہ جل جلالہ کا نافذ کیا جائے گا ۔ اور وہ ہے ھذا صراط المستقیم یہ ہے سیدھا راستہ ۔یہی دین حضرت آدم علیہ السلام لے کر آئے۔ اور یہی حضرت نوح علیہ السلام اور پھرحضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سارے پیغمبر۔ اور پھرحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ اصل دین میں نوعیت اور مقصدکے لحاظ سے پیغمبروں کے مشن میں ذرہ برابر کوئی فرق نہیں ہے۔ ہر پیغمبر نے یہی دین دیا۔ اور سب کو یہی بات بتائی۔ تو اس سے ہماری بھی یہ ذمہ داری بنتی ہے۔ کہ ہم بھی اپنی وفاداریاں عبادت گزاریاں تقسیم نہ کریں ۔بلکہ ایک اللہ اورخالص اس کی بندگی کے لیے مخصوص کر دیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی کے قائل تھے۔ کہتے ہیں ۔کہ مؤطاءمیں یہ لکھا ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا ۔ کہ تو اپنے خداوند کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر اور پھر وہ صرف اسی کے قائل نہیں تھے۔ وہ چاہتے تھے ۔اللہ کی حکومت جو آسمانوں پر ہے ۔وہ زمین پر بھی ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ وہ فرماتےہیں ۔تیری بادشاہی آئے ۔تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے ۔زمین پر بھی ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نمائندے تھے ۔جب انہوں نے اپنی دعوت دینی شروع کی۔تو لوگ ان کے خلاف ہو گئے۔ متفق رائے ہے۔کہ انہوں نے فرمایا۔ نبی اپنے وطن میں مقبول نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ ان کے قتل کی سازش ہونے لگی۔ لوگوں نے ان کو مشورہ دیا ۔کہ آپ علیہ السلام کہیں اور چلے جائیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ممکن نہیں کہ نبی یروشلم سے باہر ہلاک ہو۔ یعنی نبی خود سے تو نہیں جاتا ۔ پہلے جو انبیاء تھے۔ انہوں نے ہجرت کی ایک علاقے سے درسرے علاقے کی طرف۔مگر ان کی ہجرت زمین سے آسمان کی طرف تھی۔حضرت عیسی علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے ۔کہ ان کے شاگرد جو دین کا کام کر رہے تھے۔ان سے یہودی علماء بہت ناراض ہو رہے تھے۔ انہوں نے حضرت عیسی علیہ السلام سے کہا۔ آپ اپنے شاگردوں کو چپ کروائیں ۔

حدیث : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ والے آئے ۔اور کہنے لگے ۔کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم **اپنے** صحابہ کو چپ کروائیں ۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہ ان کو کہیں۔ قرآن کی تلاوت اونچا نہ کیا کریں۔ جب یہ اونچی تلاوت کرتے ہیں ۔ تو ہمارے لوگوں کو کچھ ہو جاتا ہے۔ اور باہر بھی قرآن کی تلاوت نہ کیا کریں۔ پھر جب گھر کے اندر انہوں نے تلاوت کرنی شروع کی ۔تو لوگ آکے گلی میں کھڑے ہو جاتے اتنی اچھی تلاوت ہوتی ۔کہ باہر چلتے لوگ راستہ چھوڑ کر چلنا بھول جاتے تھے۔ پھر کہنے لگے۔ کہ وہ ابھی گھر کے اندربھی تلاوت نہ کریں ۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نےفرمایا !کہ اس سے منع نہیں کیا جا سکتا۔

اسی طرح لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے ۔کہ اپنے شاگردوں کو چپ کروائیں۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! کہ یہ چپ رہیں گے ۔تو پتھر پکار اٹھیں گے ۔

حدیث : پھر ایک موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم **نے** فرمایا !" اے محنت اٹھانے والوں اور بوجھ سے دبے ہوے لوگوں! سب میرے پاس آؤ میں تم کو آرام دوں گا ۔میرا بوجھ اپنے اوپر اٹھالو ۔میرابوجھ ملائم ہے ۔اور میرا بوجھ ہلکاہے"۔

یعنی میرا بوجھ تم اٹھاؤ ۔جو تمہارے بوجھ ہیں۔ میں ہلکے کر دونگا۔ تم میرے پاس آؤ تو سہی۔ وہ انسانوں کو اپنے بنائے ہوے قانون سے ہلکا کرکے خدائ قانون میں ڈھالنا چاہتے تھے ۔تو اسی طرح یہودی علماء یہ اعتراض کرتے ۔کہ آپ کے شاگرد بزرگوں کی روایتوں کے خلاف ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کھا لیتے ہیں۔ اور اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ! کہ تم تو ریاکاروں والی باتیں کرتے ہو۔ اسی طرح آج کے دورے میں جیسے ابھی محرم کا مہینہ تھا۔ تو کسی کے ہاں شادی کی بات طے ہوئی ۔ انہوں نے مجھے کہا۔ بات تو طے ہوگی مگر ابھی اعلان نہیں کرنا۔ کیونکہ محرم کا مہینہ ہے۔ میں اکثر اس بات پر سوچتی ہوں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی شہادت پہلے ہوئی ۔کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ؟ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ بعد میں شہید ہوئے ۔ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں کتنے صحابہ شہید ہوئے۔ غزوہ بدر دیکھ لیں۔ غزوہ احد دیکھ لیں ۔کتنے صحابہ شہید ہوئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے ۔آپ ﷺ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہیدکو میدان جنگ میں دیکھ رہے تھے۔ اور اس جنگ میں مسلمانوں کی جو لاشیں تھیں۔ ان کا مثلہ کیا گیا تھا۔ ان کو چیرہ پھاڑا گیا تھا ۔کان کاٹے گئے تھے۔ ان کا دل ناک کان کلیجی نکال کر ان کے ہار بنائے گئے ۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کا مثلہ کیا گیا ۔ آپ ﷺ نے جب ان کی حالت دیکھی ۔تو آپ ﷺ رونے لگے ۔صحابہ کہتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ کو ہم نے ایسے بلند آواز سے روتے دیکھا ۔کہ اس سے پہلے کبھی آپ ﷺ کوایسے روتے نہیں دیکھا تھا۔ یعنی آپ ﷺ کے وہ چچا بھی تھے اور دوست بھی تھے ۔دو تین سال بڑے تھے۔ اور حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ ان کی میّت پر جب آپ ﷺ آئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا! کہ خدا کی قسم! اس سے زیادہ خوبصورت نوجوان میں نے مکہ میں کوئی نہیں دیکھا۔ اور آج وہ اس حال میں تھے۔ کہ لاش پڑی ہے۔ اور کفن تک ان کو نصیب نہیں تھا ۔امیر اتنے تھے ۔جس لباس کو ایک بار پہنتے تھے۔ دوبارہ نہیں پہنتے تھے ۔جس گلی سے گزر جاتے تھے۔ وہ خوشبو سے مہک جاتی تھی۔ بہت امیر تھے۔ اور پھر وہ حسن پرانا ہو گیا۔ اللہ کے راستے میں اتنے مسلمان شہید ہوئے تو کیا پھر ان کا سوگ منایا گیا ؟۔اور جب غزوہ احد ہوئی ' غزوہ بدر ہوئی۔ غزوہ احزاب اور بہت سی جنگیں ۔تو کیا پھر ایسا ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کا بھی سوگ منایا گیا۔ لیکن آج آپ دیکھیں ۔یہ بات امۃ مسلمہ میں بہت آگے تک چلی گئی ہے ۔محرم کے مہینے میں لوگ سوگ مناتے ہیں۔ یہ چیز جائز نہیں ہے۔ اور بھی ایسی بہت سی باتوں پر آپ غور کریں۔ تو اسلام میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں ۔نہیں اگر ہم نے ایسا کر لیا۔ تو کچھ ہو جائے گا ۔خود بخود ایک عقیدہ اس کے بارے میں گھڑ لیا۔ کہ محرم میں شادی ہوئ اس لیے یہ ہوا ہے۔ کوئ حادثہ طلاق اس لیے ہوا ہے ۔رشتہ چلا نہیں۔ یہ مسئلہ ہو گیا ۔ لوگ کاروبار کرنے سے رشتہ کرنے سے خوشی منانے سے سب چیزوں سے انکار کرنے لگے ہیں۔ صرف اسی کو نہیں لیا ۔زندگی میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں ۔جس میں لوگ اپنی باتوں کو تبدیل کرتے جاتے ہیں۔ یہ بھی کتنی اچھی بات ہے؟کہ چار مہینے حرمت والے ہیں جو عبادت کے لیے اچھی چیز ہے ۔نکاح بھی تو ایک عبادت ہے اچھا کام ہے ۔ تو انہی مہینوں میں ہوناچاہیے۔لیکن ہم ایسی چیزوں کو یعنی جیسے نکاح نہیں ہونے دیتے اور بھی بہت سی ایسی چیزیں جن کو ہم روک دیتے ہیں ۔ جیسے بچوں کی پیدائش ہے۔ اصل میں اللہ کی اطاعت اللہ کے رسول کی اطاعت اس ہی کی بندگی۔ یہ ہے سیدھا راستہ ۔ ۔ ڈاکٹر اسرار احمد کے بارے میں آتا ہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے کا نکاح دس محرم کو اس لیےکیا ۔ کہ رسم کو توڑا جائے بعض لوگ کہتے ہیں ۔کہ بچہ پیدا ہو جائے تو پھر درخت کے نیچے نہیں جانا چاہیے ۔میرا پائنچہ الٹا ہو گیا ۔جوتا الٹا ہو گیا۔ اب ہم یہ کام نہیں کر سکتے ۔اگر پائنچہ الٹا ہو گیا تو اس سے شگون لے لیتے ہیں ۔جوتا الٹا ہو گیا اس سے شگون لے لیا ۔ کالا کوّا صبح صبح آکے کائیں کائیں کر گیا۔ اس سے شگون لے لیا ۔ بلی نے راستہ کاٹ لیا۔ تو اس سے شگون

لے لیا ۔ سب ھندوانہ رسمیں ہیں ۔جو ہم نے لے لیں ہیں۔ ان کی دین اسلام میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔

آیت نمبر52

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

ترجمہ: جب عیسیٰؑ نے محسوس کیا کہ بنی اسرائیل کفر و انکار پر آمادہ ہیں تو اس نے کہا کون اللہ کی راہ میں میرا مدد گار ہوتا ہے؟ حواریوں نے جواب دیا، ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے، گواہ رہو کہ ہم مسلم (اللہ کے آگے سر اطاعت جھکا دینے والے) ہیں۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان میں انکار محسوس کیا **قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ** تو فرمایا ۔کون ہے! اللہ کی راہ میں میرا مددگار ؟حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب یہ بات پتہ چل گئی ۔کہ میں تو ان کو دین کی طرف بلا رہا ہوں۔ اور یہ لوگ انکار کر رہے ہیں۔ تو آپ علیہ السلام نے اپنی توجہ اپنے غریب ساتھیوں کی طرف کر دی۔ جن کے پاس منصب نہیں تھا ۔ دولت نہیں تھی۔ لیکن وہ ایمان کی دولت سے مالا مال تھے ۔ اور انبیاء کی یہ سنت رہی ہے ۔کہ اول اول تو پوری قوم کو قوت کے ساتھ دعویٰ کرتے ہیں ۔پوری قوم کے با اثر طبقے کو جھنجھوڑتے ہیں ۔جگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب دیکھ لیتے ہیں۔ کہ یہ خواب نیند کے مارے کروٹ بدلنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ بیدار نہیں ہو رہے ۔پھر وہ قوم کے اندر غریب عام طبقہ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں ۔یہاں بھی عام طبقےکو دعوت دی گئ **فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ** انہوں نے آواز لگائی یہ ندا دی ۔کہ کون ہے جو اللہ کے راہ میں میرا مددگار بن جائے **قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ** حواریوں نے جواب دیا !کہ ہم ہیں اللہ کے مددگار یعنی ہم آپ علیہ السلام کی اللہ کے راستے میں مدد کریں گے ۔تو اب یہاں سے یہ بات پتا چلتی ہے ۔کہ جب بھی دین کی دعوت دی جائے۔ اور لوگ اس کا انکار کریں۔ تو پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ جیسے پانی کا کام ہے بہنا اور وہ بہتا رہتا ہے پانی پتھروں میں سے بھی راستہ بنالیتا ہے اور چٹانوں میں سے بھی پہاڑوں کو تراش کر راستہ بنا لیتا ہے۔ کیونکہ اس کے مزاج میں بہنا ہے۔ اسی طرح داعی کا کام ہے ۔کہ وہ پتھروں میں سے راستہ بنائے ۔مایوس نہ ہو اپنے گھر والوں کے رویوں سے رشتہ داروں کے ہمسائیوں کے رویوں سے اولاد کا رویہ ہو یا کسی کا بھی رویہ انکار کا ہے ۔تو اس سے مایوس ہونے کی بجائے وہ پکار لگاتا رہے۔ دین کی خدمت کرتا رہے۔ کوئی نہ کوئی ضرور ایسا ہوگا ۔جو اس کا ساتھ دے گا۔ اور یہ ساتھ ہمیشہ دیا گیا ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بائبل سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو حوّاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے ۔ یہ وہی تھے۔ بعض دھوبی تھے ۔غریب طبقہ تھا۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ یہ جو بھی لوگ تھے ۔ بڑے مخلص تھے۔ اپنے دل کے صاف تھے۔ ان کے دلوں میں اخلاص تھا ۔کہتے ہیں کہ ان کے مریدوں اور خاص شاگردوں کی تعداد بارہ تھی۔ ان کے نام ہیں۔ شمون اور شمون کا بھائی اندریاس پھر یعقوب ، یوحنا ، یوحنا کا بھائی فلپس برتملائی ، نمبر سات توما، متی، یعقوب بن حلفئی ، تدی۔ شمون کتانی اور بارہواں یہودا(حوّاریوں) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو ہر قیمت پر آگے بڑھانے کا عہد کر لیا۔ انہوں نے یہ بات سوچی کہ ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینا ہے۔ اور اللہ کے دین کے کام میں پیچھے نہیں رہنا۔

اور آپ دیکھیں کہ ہمیں سورۃ الصّف میں بھی یہ بات پتا چلتی ہے ۔کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب ان کو پکارتے ہیں ۔اور ان سے پوچھتے ہیں۔ کہ کون ہے جو اللہ کی راہ میں میرا مددگار ہو! تو وہاں پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ انصاری اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ آواز دیتے ہیں۔ کہ ہم ہیں اللہ کے راستے میں آپ علیہ السلام کے مددگار ہم آپ کی مدد کریں گے ۔

سورۃ الصّف کی آخری آیت سے بھی پتہ چلتا ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ ۖ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ ۖ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ(14)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کے مددگار بنو، جس طرح عیسیٰ ابن مریمؑ نے حواریوں کو خطاب کر کے کہا تھا: کون ہے اللہ کی طرف (بلانے) میں میرا مددگار؟ اور حواریوں نے جواب دیا تھا: ہم ہیں اللہ کے مددگار اُس وقت بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے گروہ نے انکار کیا پھر ہم نے ایمان لانے والوں کی اُن کے دشمنوں کے مقابلے میں تائید کی اور وہی غالب ہو کر رہے۔

کچھ لوگ ایمان لائے ۔کچھ نے انکار کیا۔ اے ایمان لانے والو! تم بھی ایسے جواب دو۔ جیسے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے حواریوں نے جواب دیا تھا۔جنہوں نے اللہ کے راستے میں جوش ، عزم اور جذبے کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دیا۔ حالانکہ نبی تو اس سے بے نیاز ہوتا ہے ۔کہ کوئی اس کا ساتھ دے ۔جب اللہ اس کا ساتھ دیتا ہے۔تو کائنات اس کا ساتھ دیتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ خودفرماتے ہیں۔ کہ اگر عام لوگ نہیں اٹھیں گے۔ تو کافروں سے بھی اللہ اپنے دین کا کام لے سکتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا جن لوگوں نے ساتھ دیا ۔ان کو صحابہ کرام کہتے ہیں۔ رضی اللہ عنہم ۔

حدیث : رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کے بارے میں خاص طور پر یہ بات فرمائی۔ ہر پیغمبر کا ایک حواری ہوتا ہے۔ اور میرا حواری فلاں ہے **روایۃ بخاری** ۔

واقعہ : غزوہ خندق کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد ایسےکی کہ اتنی ٹھنڈی اور تیز ہوا چلائی کہ جس نے کفار کے لشکر کے خیمے تک کو اکھاڑ دیا۔ ان کی ہانڈیاں الٹ گئیں۔ اور وہ بددل ہو کر ناکام واپس چلے گئے ۔ صورتحال یہ تھی ۔کہ رسول اللہ ﷺ چاہتے تھے کہ پتہ چلے کفار کا منصوبہ کیا ہے وہ کیا سوچ رہے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ **نے** صورتحال کی جائزہ لینے کیلئے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا !کون ہے! جو کفار کے لشکر کی خبر لے کر آئے ۔اس کڑاکے کی سردی میں اورٹھنڈ میں نکل کھڑے ہونے کی کسی کو جراءت نہ ہوئی۔ ایک دو تین دفعہ پوچھتےہیں۔ پھر ایک صحابی اٹھے۔ جنہوں نے کہا !یا رسول اللہ ﷺ **میں** جاتا ہوں ۔آپ ﷺ **نے** دوسری بارپوچھا تو وہی بولے ۔ آپ ﷺ **نے** پھر تیسری بار پوچھا !تیسری بار بھی یہی صحابی اٹھے ۔اور انہوں نے جانے کا ارادہ کیا۔ کیونکہ انہیں لشکر کے اندرجانا تھا ۔ایک طرف اتنے دنوں کا محاصرہ تھا ۔ جس نے مسلمانوں کو تھکا دیا تھا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ آپ ﷺ نے پوچھا ہو اور لوگ خاموش بیٹھے ہوں۔ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ ﷺ کہیں اور لوگ خاموش بیٹھے رہیں بھوک پیاس سخت سردی تکلیف ٹھنڈک اور وہ صحابی اٹھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔یہ صحابی تھے۔حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالی عنہ۔ آپ ﷺ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں فرمایا !یہ میرا حواری ہے۔

نبی ﷺ کے جتنے بھی صحابہ تھے۔ آپ ﷺ **کے** حواری تھے اج جب دین کا کام ہو رہا ہو' تو ہم کو بھی صحابہ کی طرح حواری بن جانا چاہیے۔تو ہمیں بھی انصار بن جانا چاہیے ۔مہاجر بن جانا چاہیےحواری بننا چاہیے۔ اور دین کی جب پکار بلند ہو تو اس کا ساتھ دینا چاہیے ۔اگر آپ لوگوں کو دعوت نہ بھی دیں کچھ بھی نہ کریں۔ اللہ کا دین کسی کا محتاج نہیں ۔اللہ کے دین کا کام ہو کر رہے گا۔ یہ

ہماری خوش قسمتی ہے کہ اللہ یہ خدمت ہم سے لے رہا ہے ہم نہ کریں تو کوئی نہ کوئی تو کرے گا ۔ آپ حضرت عیسی علیہ السلام گواہ رہئےگا۔ کہ ہم اللہ کے آگے سر اطاعت جھکا دینے والے ہیں۔ اور یہ کہ ہم ایمان لائے۔ یہی اعلان رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے کیا تھا سمعنا و اطعنا کہ ہم ایمان لاتے ہیں۔ یہی اعلان آج کے مسلمان کو کرنے کی ضرورت ہے ۔
نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ حواریوں نے صرف یہ نہیں کہا کہ ہم ایمان لاتے ہیں۔ بلکہ ہم ہر طرح سے آپ کا ساتھ دیں گے۔ اور دین پر ایمان لائیں گے ۔ انہوں نے اعلان کیا تھا۔ اللہ کی اطاعت اور اللہ کے رسول کی اتباع کی ۔ پھرانہوں نے اللہ سے **دعا** کی

آیت نمبر53
رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ
ترجمہ: مالک! جو فرمان تو نے نازل کیا ہے ہم نے اسے مان لیا اور رسول کی پیروی قبول کی، ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے

وہ حواری خوب سمجھتے تھےکہ ایمان جب لانا ہے تو بلا چون وچرا یعنی پھر عمل بھی کرنا ہےاور رسول ﷺ **کی** اطاعت بھی کرنی ہے۔ جس کا اللہ نے رسول ﷺ **کو** امین بنایا ہے ۔اور یہی وہ شہادت ہے۔ جو ' اب ہم میں سے ہر مسلمان کو قول سے عمل سے زندگی سے موت سے دینی ہے ۔ یہ آیات اس سورۃ کا عمود ہیں ۔جو کہ اسلام ہے۔حواریوں کے ذہن میں اسلام کا جو تصور تھا ۔مسلم کا جو تصور تھا ۔وہ آج کے دور کے لوگوں کے ذہن میں نہیں ہے عیسائیوں نے اپنا کوئی الگ گروہ نہیں بنایا تھا ۔یہ نہیں کہا کہ ہم عیسائی ہیں۔ ان کے اصل ماننے والوں نے کہا تھا۔ کہ ہم مسلمان ہیں ۔اور وہ یہ چاہتے تھے کہ ہمارا نام گواہی دینے والوں کے درمیان ہمیشہ کے لئے لکھ لیا جائے ۔تو اس سے اندازہ ہوتا ہے۔ کہ ان کے دل کے اندر کتنا اخلاص تھا۔ کتنا زیادہ وہ اللہ کو ماننے والے تھے ۔ ہمیں بھی اپنی زندگیوں کا جائزہ لینا چاہیے ۔کہ ہمارا کیا حال ہے ؟کہنے لگے اے ہمارے رب جو فرمان تو نے نازل کیا ۔ہم نے اس کو مان لیا۔ ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔ اللہ تعالی سے باتیں کر رہے ہیں۔ دعا کر رہے ہیں رسول کی پیروی بھی کر رہے ہیں ۔

آیت نمبر 54
وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ
ترجمہ: پھر بنی اسرائیل (مسیح کے خلاف) خفیہ تدبیریں کرنے لگے جواب میں اللہ نے بھی اپنی خفیہ تدبیر کی اور ایسی تدبیروں میں اللہ سب سے بڑھ کر ہے۔

بنی اسرائیل کے لوگوں نے یہ سوچا کہ ہم نے تو مانا نہیں ہم نے تو کفرکیا۔ **فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ** عام لوگ تو کفر کر رہے تھے۔ تو جب انہوں نے دیکھا کہ حواری ان پر جان قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ ایمان لا رہے ہیں ۔تو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف خفیہ تدبیر کرنا چاہی۔ تو اللہ جل جلالہ نے بھی تدبیر کی **وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمَاكِرِیْنَ** اللہ جل جلالہ خفیہ تدبیر کرنے میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اللہ جل جلالہ کی تدبیر سے اچھی تدبیر اوہ کس کی ہو سکتی ہے؟ اللہ جل جلالہ کی تدبیر تھی۔ کہ ان کے مکر کو توڑا جائے جو وہ انتقامی کاروائیاں کرنا چاہ رہے تھے۔ ان کے ظلم و زیادتی کا جواب دیا جائے۔ ان کو سبق سکھایا جائے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے شر سے بچایا جائے ۔اور مزید اس کی تفصیل آگے سورۃ

النساء میں ملے گی ۔ یہاں پر ہمیں یہ بات پتا چلتی ہے ۔کہ انبیاء کی دعوت انبیاء کے مقصد میں یہ چیز مشترک ہے۔ انبیاء کی زندگی گواہی دیتی ہے۔ کہ وہ عام لوگوں سے برتر ہیں ۔ان کے اخلاق و کردار کی طرف ذیادہ تر غریب لوگ متوجہ ہوتے ہیں۔ ۔ پھر جو قوم کے اکابر ہوتے ہیں ۔ان کو اپنے اقتدار کا خطرہ محسوس ہوتا ہے ۔اور وہ سازیشیں کرنے لگتے ہیں۔ کہ کسی طرح سے اس کو اپنی نظروں سے ہٹا دیا جائے ۔جیسے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بھی یہ سوچا جانے لگا تھا۔ کہ آپ ﷺ کوسامنے سے ہٹا دیا جائے ۔جب لوگ ہر طرح کا جتن کر کے تھگ گئے۔ مارنا پیٹناکھانا پینا بند کرنا اور نوکریؤں سے نکالنا۔ تنخواہ نہ دینا شہید کرنا سب کچھ۔ اور پھر جب سب قبیلوں کے لوگ جمع ہوئے تو انہوں نے تدبیر کی کہ سب مل کر آپﷺ **کو** شہید کردیں۔ ہر قبیلے سے ایک ایک آدمی ہو' تاکہ خون بہا نہ ادا ہو سکے ۔اور وہ بدلہ بھی نہ لے سکیں۔ پھر اس موقع پر یہ مشورہ بھی ہوا۔کہ ان کو جلاوطن کر دیا جائے ۔اور یہ کہ ان کو قید میں ڈال دیا جائے ۔ ہر جگہ بات یہی تھی ۔کہ قید سے بھی ان کی دعوت پہنچ جائے گی اور جلاوطن کرنے سے بھی ۔ پھر انقلاب آ سکتا ہے تو یہ تدبیر انہوں نے کی پر اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی آپ ﷺ **کو** محفوظ کر لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی ایک بہترین تدبیر کی۔

آیت نمبر55

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۖ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ

ترجمہ: (وہ اللہ کی خفیہ تدبیر ہی تھی) جب اُس نے کہا کہ، اے عیسیٰؑ! اب میں تجھے واپس لے لوں گا اور تجھ کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے اُن سے (یعنی ان کی معیت سے اور ان کے گندے ماحول میں ان کے ساتھ رہنے سے) تجھے پاک کر دوں گا اور تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں پر بالادست رکھوں گا جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے پھر تم سب کو آخر میرے پاس آنا ہے، اُس وقت میں اُن باتوں کا فیصلہ کر دوں گا جن میں تمہارے درمیان اختلاف ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نےحضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔**إِنِّي مُتَوَفِّيكَ** اس کے عربی لغت میں معنی کسی شئے کو پورے کے پورا لے لینا۔ یا کسی چیز کو اپنی طرف قبض کر لینا۔ یہ موت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کسی کو موت دینا سے مراد یہ کہ اس کی روح لے لی جائے۔ یا روح اور جسم دونوں ہی لے لیے جائیں۔ یا پھر جیسے کسی کو نیند دی جائے۔ اس کے لیے بھی قرآن میں اس لفظ کو استعمال کیا ہے۔ نیند بھی تو موت کی کیفیت ہے ۔ عارضی طور پر انسان کی حالت مردے کی سی ہوتی ہے۔ اسمیں خاص بات ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔کہ میں تجھے تیری روح اور تیرے جسم سمیت لے لوں گا۔ تجھے اٹھا لوں گا۔**وَرَافِعُكَ** بلند کرنا رفعت اور بلندی ، ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کے لیے ایک خوشخبری دی۔ اور نصرت کا وعدہ کیا۔ کہ جب ان کی قوم کے لوگوں نے ان کو مارنے کا ارادہ کیا ۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ بات کہی کہ میں تمہیں موت دینے والا ہوں۔ یعنی موت یہود کے ہاتھوں نہیں ہوگی بلکہ قدرت کے ہاتھوں ہوگی۔ دوسرے یہاں اس لفظ سے مراد موت دینا ہے۔ میں آپ کو مختلف رائے بتا رہی ہوں۔ اس سے مراد اگر عام موت ہوتی۔ تو پھر **وَرَافِعُكَ إِلَيَّ** کے معنی کیا تھے ؟یہ والی رائے ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ پھر تیسری بات اللہ تعالی نے جو بات چاہی۔ اور جو بالکل موضوع بھی ہے۔ ہمیں قرآن میں یہ بات ملتی

ہے۔کہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ انہوں نے اس کو نہ قتل کیا اور نہ سولی دی۔ بلکہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ بنا دیا گیا۔اور جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا۔ وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں۔ انہیں اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ۔ انہوں نے اس کو قتل یقینا نہیں کیا ۔بلکہ اس کو اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا ۔اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے ۔ ہمیں ان آیات سے پتہ چلتا ہے ۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا ۔اور وہ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے سولی پر چڑھایا۔ تو ایسا نہیں ہے۔ تو اللہ تعالی خود اس بات کی نفی کرتے ہیں۔ تو قرآن میں ہمیں اور جگہ بھی اس کی نفی ملتی ہے۔

سورۃ النساء 157 ،158 میں ہے۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا (١٥٧) بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

ترجمہ: اور خود کہا کہ ہم نے مسیح، عیسیٰ ابن مریم، رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے حالانکہ فی الواقع انہوں نے نہ اس کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ کر دیا گیا اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں، ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی علم نہیں ہے، محض گمان ہی کی پیروی ہے۔ انہوں نے مسیح کو یقین کے ساتھ قتل نہیں کیا (157) بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا، اللہ زبردست طاقت رکھنے والا اور حکیم ہے(158)

ایک اور رائے کہ اللہ تعالی نے ان کو **وَرَافِعُكَ** پورے کا پورا اُٹھا لیا۔ ان کے جسم اور ان کی روح کے ساتھاس سے قتل اور سولی دونوں کی نفی ہو جاتی ہے ۔ ایک بات ہمیں اور سمجھنی چاہیے۔ کہ قرآن کی یہ پوری تقریر اس لیے ہوئی کہ عیسائیوں کا عقیدہ تھا۔ کہ ان کی پیدائش بڑی خاص ہوئی ۔معجزانہ طور پر ہوئی ۔دوسری بات ان کے چھپے ہوئے' محسوس ہونے والے معجزات ۔تیسری بات ان کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا۔ اس وجہ سے عیسائی ، مسیح علیہ السلام کو خدائی میں شریک سمجھنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ساتھ اس کی وضاحت بھی کر دی کہ ان کا بن باپ کے پیدا ہونا یہ اللہ کا معجزہ تھا ۔ اللہ کی قدرت کا کرشمہ تھا۔ دوسری بات کہ معجزے جب انہوں نے گنوائے تو ساتھ فرمایا! **بِإِذْنِ اللّٰہِ**۔ تیسری بات کہ عقیدہ الوہیّت کو رد کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے خودی یہ بات کہہ دی۔ کہ جس کو تم **الہ** کہہ رہے ہو۔ جس کو تم اللہ کا بیٹا کہہ رہے ہو۔ اس کی تردید ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں نے تو اس کو اٹھا لیا ہے۔ کچھ عیسائی یہ کہتے ہیں کہ مسیح ہمارے گناہوں کی وجہ سے صلیب پر چڑھا دیئے گئے ہیں ۔ اور کچھ ان کی ان ساری خاص خاص باتیں کی وجہ سے ان کو خدا ماننے لگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتاہے۔ ان کا تو معاملہ ہی لوگوں کے لیے مشتبہ بنا دیا گیا ۔ اللہ تعالیٰ فرماتاہے ۔کہ میں تجھے واپس لے لوں گا ۔تجھ کو اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ اور جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے ۔ان سے اور ان کے گندے ماحول سے تجھے پاک کر دوں گا ۔ جنہوں نے یہ ساری سازیشیں کی تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ تیری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک ان لوگوں پر بالا دست رکھوں گا۔ جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے۔ اس بارے میں بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ عیسائیوں میں سے وہ لوگ جنہوں نے مسیح علیہ السلام پیروی کی وہ لوگ مراد ہیں۔عیسائیوں میں سے ہی اہل ایمان جو اس وقت ایمان لائے اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ یہودیوں پر بالا دست رکھیں گے۔ کیونکہ ان کے عقائد اچھے تھے۔ اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے۔ یہاں پر اشارہ ان لوگوں کی طرف کیا گیا ہے ۔ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے ۔ بعض کہتے ہیں ۔کہ اس سے مراد عام عیسائی ہیں ۔جن کو قیامت تک بالا دست رکھا جائے گا ۔ مفسرین کہتے

ہیں۔ کہ پیروی کرنے والے تو اصل میں پھر مسلمان ہی ہیں ۔جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ پر بھی ایمان لاتے ہیں ۔قیامت کے دن تک ان کو بالا دست رکھا جائے گا۔**ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ** ۔جب تم سب کو آخر کار میرے پاس آنا ہے ۔اس وقت میں ان باتوں کا فیصلہ کردوں گا جن میں تمہارے درمیان اختلاف ہوا ہے ۔یعنی اختلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کیسے ہوئی اوران کی پیدائش کیسے ہوئی۔ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کریں گے ۔ پھر اس کے بعد فرمایا :

آیت نمبر56

فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ
ترجمہ: جن لوگوں نے کفر و انکار کی روش اختیار کی ہے انہیں دنیا اور آخرت دونوں میں سخت سزا دوں گا اور وہ کوئی مددگار نہ پائیں گے۔
میں دنیا اور آخرت دونوں میں اس شخص کو سزا دونگا ۔اور وہاں کوئی مددگار وہ نہیں پائیں گے ۔ جب بھی کوئی قوم اپنے رسول کا انکار کرتی ہے اور رسول کی تعلیمات کا انکار کرتی ہے۔تو اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔ مراد عذابِ آخرت بھی اور عذاب دنیا بھی۔ آج امتِ مسلمہ کے اگر حالات خراب ہیں۔ مسلمانوں پریشان حال ہیں ۔تو اس کی وجہ قرآن سے دوری اور رسول اللہﷺ کی تعلیمات سے دوری ہے۔پھر آپ دیکھ لیں کہ اہلِ کتاب اور یہودیوں پر کفر کی وجہ سے بہت سی آفتیں پڑیں۔ لوگ شرک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ توحید کا نبی کی تعلیمات کا انکار کرتے ہیں ۔تو پھر اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا ۔ دنیا میں بھی عذاب شدید اور آخرت میں بھی عذاب۔ اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

آیت نمبر 57-58
وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ۔ ذَٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ
ترجمہ: اور جنہوں نے ایمان اور نیک عملی کا رویہ اختیار کیا ہے انہیں اُن کے اجر پورے پورے دے دیے جائیں گے اور خوب جان لے کہ ظالموں سے اللہ ہرگز محبت نہیں کرتا یہ آیات اور حکمت سے لبریز تذکرے ہیں جو ہم تمہیں سنا رہے ہیں۔
یہ ہیں آیات اور حکمت سے لبریز تذکرے۔ جو ہم تمہیں سنا رہے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ پیارے رسول ﷺ کی رسالت پر یہ گواہی دے رہے ہیں ۔ یہ باتیں ہم تمہیں بتا رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو یہ ساری تفصیلات کہ حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت کس کو دی جائے قرعہ اندازی کا جو فیصلہ ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بتانے کے بعد یہی بات کی۔ یہ غیب کی خبریں ہم تمہیں بتا رہے ہیں۔ تم نبی ہو۔ تم پر وحی کی جاتی ہے۔ تم رسول ہو دنیا تمہارا انکار کر رہی ہے تو کرے ۔تم رسول ہو ہماری طرف سے ہم تمہیں خبریں بتا رہے ہیں۔ سب حکمت پر مبنی ہیں۔

آیت نمبر 59

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ
ترجمہ: اللہ کے نزدیک عیسیٰؑ کی مثال آدمؑ کی سی ہے کہ اللہ نے اسے مٹی سے پیدا کیا اور حکم دیا کہ ہو جا اور وہ ہو گیا۔

یہاں پر یہ دلیل بڑی خوبصورت ہے ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لوگوں نے اللہ کا بیٹا یا اللہ کیوں کہا۔ وہ یہ کہتے تھے۔کہ وہ بن باپ کے پیدا ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ تو آدم علیہ السلام تو بن ماں اور باپ دونوں کے پیدا ہوئے۔اگر یہ بات ہے تو پھر ان کو خدا بنانا چاہیے تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ کسی کا باپ کے بغیر پیدا ہونا یا بن ماں اور باپ کے پیدا ہونا ۔اس بات کی حجت کے لئے کافی نہیں ہے ۔کہ اس کو خدا ہی بنا لیا جائے ۔

آیت نمبر60

الْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُمْتَرِينَ

ترجمہ: یہ اصل حقیقت ہے جو تمہارے رب کی طرف سے بتائی جا رہی ہے اور تم ان لوگوں میں شامل نہ ہو جو اس میں شک کرتے ہیں۔

تو قرآن آنے کے بعد پھر جو قرآن کی تعلیمات میں شک نہیں کرنا چاہیے۔

آیت نمبر 61

فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِن بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ

ترجمہ: یہ علم آ جانے کے بعد اب کوئی اس معاملہ میں تم سے جھگڑا کرے تو اے محمدؐ! اس سے کہو، آؤ ہم اور تم خود بھی آ جائیں اور اپنے اپنے بال بچوں کو بھی لے آئیں اور خد ا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اُس پر خدا کی لعنت ہو

اس آیت کو **آیتِ مباہلہ** کہتے ہیں ۔ عیسائیوں کا وفد 8 ہجری کے آخر میں آیا تھا بہت سے وفود آنے لگے تھے ۔حجاز اور یمن کے علاقے سے نجران کے علاقےسےآیا تھا۔73 بستیاں و ہاں آباد تھیں۔جو عیسائیوں کی تھیں۔ایک لاکھ سے زائد جنگی مرد تھے ۔اس وفد کے ساتھ 3 سردار بھی آئے تھے ۔عاطف 'سید اور عاقب اور 60کے قریب لوگ مدینہ پہنچے ۔تو انہوں نے آکر یہ بات کہی تھی ۔کہ ہم جنگ نہیں کرنا چاہتے۔اور اسلام بھی نہیں لانا چاہتے۔ان کا ایک مذہبی پیشوا تھا۔ابو الحارث ، وہ سمجھتا تھا کہ دین سچا ہے۔لیکن دنیا کے فائدوں کی خاطر وہ پادری بن گیا تھا۔بہت ذہین آدمی تھا۔عیسائیوں نے اس کی بہت خاطر مدارات کی ۔ اس نے بھی آپ ﷺ سے الوہیت پرمناظرہ کیااورکہنے لگا تم لوگ یہ تو مانتے ہو۔ حضرت عیسی علیہ السلام معجزانہ طور پر بن باپ کے پیدا ہوئے۔ تم یہ بھی تسلیم کرتے ہو کہ یہودی انہیں مار نہ سکے اور ان کو آسمانوں پر اٹھا لیا گیا۔ یہ صفات کسی بندے کی تونہیں ہو سکتیں۔لہٰذا تم انہیں کلمۃاللہ بھی تسلیم کرتے ہو۔ تو پھر اس سے بڑھ کر الوہیت کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔ آپ ﷺکی عادت تھی ۔جب ایسی صورتحال پیش آتی۔ آپ فورا جواب دینے کی بجائےوحی کا انتظار کرتے۔آپ ﷺ نے فرمایا!کہ اللہ کی طرف سے وحی آنے پر جواب دیا جائے گاپھر اس سورۃ کی تقریبا **30** آیات نازل ہو ئیں۔جسمیں حضرت یحیی علیہ السلام کا اور حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش کا ذکرتھا ۔اور عقیدہ الوھیت اور مسیح علیہ السلام کا پورا واقعہ موجود ہے۔ اسی طرح حضرت عیسی اگر مردوں کو ذندہ کر تے تھے۔تو وہ بھی اللہ کی مدد سے تھا۔ پھرحضرت عیسیٰ جب وہ اللہ کی مدد کے محتاج تھے ۔تو ان کو الہ کیسے بنا لیا گیا تو پھر دوسرے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ آیات سنائیں ۔تو انھوں نے ایک اور سوال کیا ۔کہ اچھا بتاؤ اگر عیسیٰ ابن اللہ نہیں ہیں۔ تو ان کا باپ کون تھا ؟انہی آیات میں اس کا بھی جواب تھا ۔کہ باپ کا نا ہونا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پھروہ اللہ کا بیٹا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر آدم علیہ السلام اس کے زیادہ حقدار ہیں ۔کہ انہیں اللہ کا بیٹا کہا جاتا ۔کیونکہ نہ ان کی ماں نہ ان کا باپ ۔ ان کو جب یہ جواب دیا گیا تو ان سے پوچھا گیا ؟ کہ تم ہدایت لینے آئے تھے۔ اسلام حاصل کرنے یاپھرتم مناظرہ بازی کرنے آئے تھے۔مگر لوگ اپنی بات پر اڑےہوئے تھے ۔تو یہ

والی آیت کہ اب ان کے ساتھ مباہلہ ہی کر لیا جائے ۔ مباہلہ کا طریقہ کیا تھا ؟کہ لوگ میدان میں آ جائیں۔ اور رسول اللہ ﷺ بھی چلے جائیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔کہ اچھا اگر تمہیں اپنے عقیدے کی صداقت کا پورا یقین ہے ۔تو آؤ ہمارے مقابلے میں دعا کرو ۔کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ ان میں سے کوئی بھی اس مقابلے کے لیے تیار نہ ہوا ۔اور آپ ﷺ نے جب مباہلہ کی دعوت دی تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور جو بچے تھے ان سے کہا کہ تم میرے ساتھ چلو ۔تاکہ مباہلہ کیا جا سکے ۔ **أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنفُسَنَا وَأَنفُسَكُمْ** مباہلہ یعنی عاجزی اور انکساری سے دعا کرنا 'جیسے لعنت کی بھی ایک دعا ہے ۔کہ جو جھوٹا ہے ۔اس پر اللہ کی لعنت ۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو کوئی بھی سزا دے دے۔ اسی طرح سے مباہلہ ایک بددعا ہے جو اس موقع پر بحکم ربی آپ ﷺ نے کرنا چاہی ۔لیکن عیسائیوں نے اس کو کرنے سے انکار کر دیا کہ نہیں ہم نے مباہلہ نہیں کرنا۔ اور کہتے ہیں کہ ان کے ایک ساتھی نے ان سے کہا کہ اگر ہم نے مباہلہ کیا۔ تو پھر ایسا نہ ہو کہ کچھ ہو جائے، وہ ڈر رہے تھے ۔ انہوں نے ایمان بھی قبول نہ کیا اور کہا۔ کہ ہم جزیہ دے دیں گے ۔اہل الذمہ بن کر رہنا قبول کر لیا۔ حکومت انہی کے پاس رہی اور وہ جزیہ دیتے رہے۔ اور اگر وہ مباہلہ کو قبول کر لیتے ۔تو اور اپنے اہل وعیال کو لے کر واپس نہ جاتے۔ ان کا وہی حال ہوتا جو فاسدوں کا ہو تا ہے۔انہیں یہ پتہ تھا۔ کہ اللہ کے نبی کی باتیں سچی ہیں۔ آپ ﷺ سچے نبی ہیں آپ ﷺ کی باتیں فیصلہ کن ہیں۔ اگر ہم نے مباہلہ کر لیا۔ تو پھر ہماری نسلوں کی بھی خیر نہیں ہوگی ۔ بہتر سمجھا کہ صلح کر لیں ۔ اس طرح وہ اپنے وطن کو واپس لوٹ گئے ۔کیونکہ ان کے لوگوں نے یہ مشورہ دیا ۔کہ اے گروہ نصارہ !تمہیں معلوم ہے ۔کہ اللہ نے بنی اسماعیل میں سے ایک نبی بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ انہیں میں ایک بوڑھا آدمی بھی تھا۔ اس قافلے میں اس نے کہا۔ ممکن ہے یہ وہی نبی ہو۔ اور جو باتیں اس نے کی ہیں ۔وہ صحیح ہوئیں۔تو تمہاری اور تمہاری نسلوں کی کوئی خیر نہیں ہوگی۔ بہتر ہے کہ صلح کرواور وطن واپس لوٹ جاؤ۔(مگر انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا)

آیت نمبر 62-63

إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِالْمُفْسِدِيْنَ

ترجمہ:یہ بالکل صحیح واقعات ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی خداوند نہیں ہے، اور وہ اللہ ہی کی ہستی ہے جس کی طاقت سب سے بالا اور جس کی حکمت نظام عالم میں کار فرما ہے۔پس اگر یہ لوگ (اِس شرط پر مقابلہ میں آنے سے) منہ موڑیں تو (اُن کا مفسد ہونا صاف کھل جائے گا) اور اللہ تو مفسدوں کے حال سے واقف ہی ہے۔

فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِالْمُفْسِدِينَ اور اگر کوئی اس شرط پرمقابلہ میں آنے سے منہ موڑیں اور مباہلےسے انکار کر دیے۔ تو خود ہی پتا چل جائے گاکہ وہ فاسد ہے۔ اور اللہ تو فاسدوں کے حال سے واقف ہی ہے ۔آپ دیکھ لیں کہ اختتام پھر الوہیت پر ہوا ۔ اللہ ایک ہے۔ ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ تعالی نےفرمایا **إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ** یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے ۔ حضرت عیسی علیہ السلام کی حقیقت بھی بتائی۔ ان کا درجہ اور مرتبہ بھی ۔اور ساتھ یہ کہ وہ اللہ کے بندے نبی اور رسول تھے۔ خدائی میں ان کا کوئی حصہ نہیں ۔ **وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ** اللہ جل جلالہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ۔وہ عزیز بھی ہے اورحکیم بھی ہے۔ اس کے کام حکمت پر مبنی ہیں ۔ پھر دوسری آیت میں بات کو ختم کر دیا۔ کہ اگر وہ مانتے نہیں اور انکار کرتے ہیں ۔تو خود ہی پتا چل جائے گا کہ وہ فسادی ہیں اور فسادیوں کا کام جھگڑا کرنا شرک کرنا ہی ہوتا ہے۔ اور شرک تمام جھگڑوں کی بنیاد ہے۔ یہ بڑی

خوبصورت آیات بڑی اہم آیات تھیں۔جن سے ہمیں یہ بات پتہ چلتی ہےکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت کیا ہے؟ دینِ اسلام اور عیسائیت ان دونوں کی بنیاد ایک اللہ ہے۔ دعا ہے کہ اللہ ﷻ ہم سب کو بہترین مسلمان بنائے۔ آمین۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ، نَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ